ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیاد
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۷ مئی ۱۹۸۲ء
ڈیڑھ روپیہ
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین، لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ و تشریح ———— مولانا محمد منظور نعمانی

دولت کی افراط کا خطرہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کی آگاہی

عن عمرو بن العوف قال قال رسُولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فَوَاللّٰہِ لَا الفقرَ اَخشیٰ علیکُم وَلٰکِن اَخشیٰ عَلَیکُم اَن تُبسَطَ عَلَیکُم کَمَا بُسِطَت عَلیٰ مَن کَانَ قَبلَکُم فَتَنَافَسُوھَا کَمَا تَنَافَسُوھَا وَتُھلِکَکُم کَمَا اَھلَکَتھُم۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم پر فقر و ناداری آنے سے نہیں ڈرتا لیکن مجھے تمہارے بارے میں یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا تم پر وسیع کر دی جائے گی جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کی گئی تھی پھر تم اس کو بہت زیادہ چاہنے لگو۔ جیسے کہ انہوں نے اس کو بہت زیادہ چاہا تھا (اور اس کے دیوانے اور متوالے ہوگئے تھے) اور پھر وہ تم کو برباد کر دے جیسے کہ اس نے اُن اگلوں کو برباد کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بعض اگلی قوموں اور امتوں کا یہ تجربہ تھا کہ جب ان کے پاس دنیا کی دولت بہت زیادہ آئی تو ان میں دنیوی حرص اور دولت کی رغبت و چاہت اور زیادہ بڑھ گئی اور وہ دنیا ہی کے دیوانے اور متوالے ہوگئے اور اصل مقصد زندگی کو بھلا دیا۔ پھر اس کی وجہ سے ان میں باہم حسد و بغض بھی پیدا ہوا اور پھر بالآخر ان کی اس دنیا پرستی نے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کو اپنی امّت کے بارے میں اسی کا زیادہ ڈر تھا۔

اس حدیث میں آپ نے ازراہِ شفقتِ امّت کو اس خطرہ سے آگاہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم پر فقر و ناداری کے حملے کا مجھے زیادہ ڈر نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس تم میں بہت زیادہ دولت مندی آجانے سے دنیا پرستی میں مبتلا ہو کر تمہارے ہلاک و برباد ہو جانے کا مجھے زیادہ خوف اور ڈر ہے۔

آپ کے اس ارشاد کا مقصد و مدعا اس خوشنما فتنہ کی خطرناکی سے امّت کو خبردار کرنا ہے تاکہ ایسا وقت آنے پر اس کے بُرے اثرات سے اپنا بچاؤ کرنے کی وہ فکر کرے۔

خدا کا خوف اور تقویٰ ہی فضیلت اور قرب کا معیار ہے

عن ابی ذرانّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم قال انک لست بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضلہ بتقویٰ۔ (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم کو اپنی ذات سے نہ کسی گورے

(باقی ۸ پر)

علم کی دشمن

زوال پذیر قوم

قرآن عزیز پر غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ انسان کو اس کی تخلیق کے بعد سب سے پہلے جس خوبی و صفت سے اللہ تعالیٰ نے سرفراز فرمایا وہ علم کی صفت تھی اور حضرات انبیاء علیہم السلام بالخصوص سید ولد عدنان صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کو اللہ رب العزت نے علمی کمالات سے بایں طور نوازا کہ باید و شاید؟ حتیٰ کہ حضور ختمی مرتبت قائدنا الاعظم الاکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کو سب سے بڑا معجزہ جو عطا ہوا وہ قرآن عزیز کی شکل میں علمی معجزہ تھا —— یہی وجہ ہے کہ آپ کی امت نے علمی اعتبار سے وہ وہ کارنامے سرانجام دئے کہ ایک دنیا عش عش کر اٹھی —— لیکن تاریخ انسانی بالخصوص تاریخ اسلامی میں ایسے ایسے مراحل بھی آئے جب کچھ طبقات نے علم دشمنی کا بھرپور مظاہرہ کیا اور اپنے اس مکروہ جذبہ کی تسکین کیلئے کتابی ذخیرہ دریابرد کیا۔ اہل علم کو سامانِ نوشت و خواند سے محروم کرکے جیل ڈال دیا۔ ان کی انگلیاں قلم کر دیں —— وغیرہ ذالک

تاریخ اسلام میں تاتاری فتنہ کی شدت و تاریکی ایک ایسا مکرہ باب ہے کہ الامان —— اس فتنہ ساماں قوم نے جو جو ظلم ڈھائے ان کے تصوّر سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پر اس قوم کا سب سے بڑا ظلم وہ ہے کہ اس نے بغداد کے کتب خانے غارت کر دئے۔ اور انہیں دریاؤں کی نذر کر دیا —— نہیں کہا جا سکتا کہ اس طوفان بدتمیزی میں کتنا علمی سرمایہ تباہ ہوا کیونکہ کسی کو اس واقعہ کا ماتم کرنے کی بھی فرصت نہ دی گئی اور اہل علم کی اس متاع کو غارت کرنے کے ساتھ اس دلدوز واقعہ کی تفصیلات قلم بند کرنا بھی ممنوع قرار پائیں ——

س واقعہ ہائلہ کے بعد برصغیر کا وہ واقعہ انتہائی المناک ہے جب امام ولی اللہ اور ان کی قیادت میں اہل علم و فضل پر زمین تنگ کر دی گئی اور قرآن کے ترجمہ اور دوسرے علمی خدمات پر قدغن لگا دی گئی۔ ہوتے ہوتے بات یہاں تک پہنچی کہ ۱۸۵۷ء کے بعد یہاں کے علمی خزانے لوٹ کر دیارِ غیر میں پہنچا دیے گئے۔ اور پھر قوم کے فکر و نظر کی اس طرح کایا کلپ کی گئی کہ علمی تخلیقات کا سلسلہ ناپید ہو کر رہ گیا اور اگر کچھ عبقری دماغ سامنے آئے بھی تو ان کے ساتھ جو سلوک ہوا اس کا ذکر ہی تکلیف دہ ہے — ماضی کی اس داستان تلخ کو تو چھوڑیں کہ اس میں منفی کردار ان اقوام کا ہے جن کا پیغمبر اسلام کی سیرت سے کوئی تعلق نہ تھا جو انبیاء علیہم السلام کی وراثت علمی سے محروم تھے لیکن آج جو مصیبت ہے اور آج جو رونا ہے وہ یہ ہے کہ وہ قوم جو آسمانِ علم سے ستارے توڑ لانے میں اپنا ایک مقام رکھتی تھی زوال و تنزّل کے اس سٹیج پر ہے جہاں علم دشمنی کا بھوت مسلّط ہو جایا کرتا ہے۔ ایوب خاں کا دم واپسیں ہے اور ہماری قوم کراچی میں امریکہ کی شاندار لائبریری کو آگ لگا رہی ہے —

امریکہ عالم اسلام کا دشمن ہے اور ہمارے دل میں اس سے جو نفرت ہے اس کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ ہم اس چچا سام کو عالم اسلام کا دشمن نمبر ایک سمجھتے ہیں لیکن اگر اس نے کراچی میں یا لاہور میں یا کسی دوسری جگہ کوئی لائبریری کھول دی، کوئی کلچر سنٹر کھول دیا اور اس میں عظیم الشان علمی ذخیرہ فراہم کر دیا تو اسے آگ لگا دینا کون سی اسلام کی خدمت ہے —؟ اس قوم کی زوال پذیر ذہنیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے کسی علمی آدمی کی قدر نہیں کی —— اس معاشرہ میں بھانڈ، مراثی، گلوکار جیسی مخلوقات کا احترام ہوگا لیکن احترام نہیں ہوگا تو اہل علم کا! اہلِ علم کو یہاں ہم نے سسک سسک کر اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتے دیکھا ان کے نااہل ورثا کے ہاتھوں ان کے علمی خزانے اجڑتے دیکھے اور تو اور کوئی ٹھوس علمی اور تحقیقی کتاب مارکیٹ میں آگئی تو بزرجمہروں کی ایک کھیپ کی طرف سے اس کے خلاف طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کتاب کو دریابرد کرنے اور مصنّف کو پابہ زنجیر کرنے کے مطالبے ہونے لگے —— دورِ حاضر کا تازہ ترین المیہ دیکھنا ہو تو سنسکرت اور لاطینی جیسی ادق زبانوں کے واحد ماہر پاکستانی مصنّف کی اس تخلیقی کاوش کو دیکھیں جو سات سال بعد قبوری مخلوق کی ہنگامہ آرائی کی نذر ہو کر جکڑ دی گئی۔

آہ —— ! آج سچائی کا اظہار کتنا مشکل ہے اور علم و تحقیق کا دھندا کتنا سوہانِ روح ہے؟ سعدی و حافظ، جامی و رومی، ابن رشد و ابن تیمیہ اور مجدد الف ثانی و شاہ ولی اللہ کی تخلیقات آج یورپ کی یونیورسٹیوں میں پڑھی پڑھائی جا رہی ہیں لیکن برصغیر کا روایت پرست مسلمان ان کتابوں کی بنیاد پر ان ارباب علم و دانش پر کفر کے فتوے لگا رہا ہے ——

ہمیں یقین ہے کہ یوسف سلیم چشتی صاحب نے تزکیہ و احسان کی جو تاریخ لکھی وہ اگر یورپ کے کسی ملک میں ہوتے تو اس پر انہیں سب سے بڑا ایوارڈ ملتا —— لیکن آہ! کہ وہ کتاب سیاسی گرد میں دب کر رہ گئی —— گو ہمیں یقین ہے کہ یہ تھوڑے دنوں کی بات ہے لیکن ایک صدمہ تو ہے، افسوس تو ہے، پریشانی تو ہے؟

اب تو جی چاہتا ہے کہ ہم یاروں کو مشورہ دیں کہ علمی درسگاہوں کی جگہ ٹیکنیکل ادارے قائم کرکے قوم کے بچوں کو ویلڈنگ سکھلاؤ تاکہ وہ باہر جاکر زرمبادلہ

(باقی ۱۴ پر)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : خالد سلیم

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی استقامت

شیخ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:—

اللہ کے دین کو تھام لو قرآن مجید پر عمل کرو۔ دنیا پر غالب رہوگے۔ حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم وہ قوم ہیں جنہیں اسلام کی برکت سے فتح حاصل ہوئی ہے، جو قومیں عورتوں کے لباس پہنتی ہیں وہ ہماری غلام ہیں۔

صحابہ کرامؓ سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ بڑی بڑی حکومتیں ان سے ڈرتی تھیں۔ حضرت عمرؓ سے دشمن کانپتے تھے لیکن جو حاکم خدا کے نافرمان ہیں، اللہ کے قانون پر عمل نہیں کرتے۔ مخلوقِ خدا پر ظلم کرتے ہیں، ٹیکس لگاتے ہیں وہ حکمران ساری دنیا سے ڈرتے ہیں۔

آج دنیا میں مسلمان اتنی بڑی تعداد میں ہونے کے باوجود مغلوب ہیں۔ ہونا یہ چاہئے تھا کہ دشمن ہم سے ڈرتا۔ ساری دنیا پر ہماری دھاک بیٹھی تھی آج وہ ختم ہو گئی ہے۔ اُس کی اصل وجہ ایمان کی کمزوری ہے۔

ایمان کو پختہ کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ مساجد کو آباد کیا جائے، ارکانِ اسلام کی پابندی کی جائے۔ پانچ وقت کی نماز باقاعدگی سے پڑھیں اور بچوں کو بھی پڑھائیں۔ قرآن پاک کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اس پر عمل کریں اور اللہ والوں کی صحبت اختیار کریں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ خوش قسمت انسان تھے۔ آپ کو حضور علیہ السلام نے اپنا دوست قرار فرمایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ دنیا میں جس کسی نے بھی میرے ساتھ نیکی کی میں نے اس کا حق ادا کر دیا، اس کا بدلہ دے دیا لیکن حضرت صدیق رضؓ کا حق ادا نہ کر سکا۔ حضرت صدیق رضؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد حالات کو سنبھالا، جتنے بھی فتنے کھڑے ہوئے آپؓ نے سب کا ڈٹ کر مقابلہ فرمایا — حضورؐ کے تمام کاموں کی تکمیل فرمائی۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا، سب پریشان و غمگین ہو گئے۔ غم اتنا زیادہ تھا کہ اگر دن پر پڑ جاتا تو رات ہو جاتی۔ غم اور یاس کا اتنا غلبہ ہوا کہ حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ محمدّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم فوت نہیں ہوئے لیکن صدیق اکبرؓ نے لوگوں کو سنبھالا اور اعلان فرمایا کہ جو محمدّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ وہ مر گئے ہیں لیکن جو اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ یقین کرلے کہ وہ ذات زندہ ہے کبھی نہیں مر سکتی۔ حضورؐ کی وفات کے بعد

(باقی ۲۵ پر)

خطبہ جمعہ
ضبط وترتیب : علوی

سیرتِ نبویؐ قرآنی

دعوتِ محمدیؐ پر لبیک کہنے والے

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم العالیہ

بعد از خطبہ مسنونہ :
اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَہُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَہُمْ لِلتَّقْوٰی لَہُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ (حجرات)

محترم حضرات و معزز خواتین !
دعوتِ محمدؐ کے ردِّ عمل کے سلسلہ میں مشرکینِ مکہ ، یہود مدینہ ، نصاریٰ نجران اور منافقین کا ذکر ہو چکا ہے۔ اختلاف نظریات کے باوصف یہ سب لوگ "مخالفت" کے نقطہ پر متحد ہیں پر ایک طبقہ وہ بھی ہے جس نے تسلیم و رضا کا شیوہ اختیار کر لیا۔ دعوت قبول ہی نہیں کی خود داعی بن گیا ، خلقِ محمدیؐ کا مظہر قرار پائے اللہ کو ان پر اتنا پیار آیا کہ انہیں معیارِ حق و صداقت کہہ دیا رسولِ امیؐ اپنے شاگردوں کی بلائیں لینے لگے۔ حکیم ہندی نے خوب ترجمانی کی ہے

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

یہ سب ایمان و اخلاص کی جیتی جاگتی تصویر تھے پھر بھی ہم مرتبہ نہ تھے۔ مرحوم ظفر علی خان کی شاعرانہ لغزش ہے کہ اس نے سب کو ہم مرتبہ کہا اس کے باوجود وہ معصوم نہ تھے کہ یہ لازمہ نبوت ہے اور حضور علیہ السلام جس طرح خاتم النبیین ہیں اسی طرح خاتم المعصومین ہیں —— حضرات معصومین کے متعلق قرآن میں "غوی" اور "عصیٰ" تک کے افعال کا ذکر موجود ہے گو تکلیف کے انداز میں تو ان حضرات پر گرفتوں کا ہونا لازمی تھا اور ایسا ہوا کہیں کھلے انداز میں کہیں اشارہ کنایہ میں۔

بارگاہِ نبوّت کے آداب

ان حضرات میں سارے منجھے ہوئے نہ تھے بعض نو آموز تھے بارگاہِ نبوّت کے آداب سے انہیں پوری طرح واقفیت نہ تھی سادہ دلی کے سبب حضور علیہ السلام کے تکدر و انقباض کا باعث ہو جاتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ حجرات میں انہیں آداب سکھاتے مثلاً آپؐ کے دروازے پر حاضری ہو تو چیخ و پکار اور نام لے کر بلانا نامناسب ٹھہرا اور فرمایا۔ "جو لوگ حجروں کے باہر سے آپؐ کو پکارنے لگتے ہیں ان میں سے اکثر عقل سے کام نہیں لیتے"۔ (حجرات) حتیٰ کہ مجلس مبارک کے آداب کا ذکر کیا۔ اسی سورۃ میں ارشاد ہے۔

"اے ایمان والو! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند نہ کرو۔ اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولو جیسا آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولتے ہو کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

یہ باتیں اپنی جگہ اس حقیقت کی بھی غماز ہیں کہ ایسا کرنے میں

بعض لوگوں کی سادہ دلی کا تو دخل تھا بے حرمتی کا شائبہ نہ تھا اس لئے ارشاد ہوا۔

"جو اپنی آوازیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ واصحابہ وسلم) کے سامنے پست رکھتے ہیں تو وہ ایسے لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقوےٰ کے لئے خاص کر دیا ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے"

یہ مجلسی آداب تھے ایک آدھ مرتبہ ایسا ہوا کہ کسی تجارتی قافلہ کی خبر اور آہٹ پا کر لوگ جو خطبہ و وعظ سننے میں مشغول تھے باہر کو اٹھ کھڑے ہوئے یہ بات مناسب نہ تھی اس پر اللہ تعالےٰ نے ٹوکا۔

"اور یہ جب تجارت یا تماشا دیکھ پاتے ہیں تو ادھر لپک جاتے ہیں ، اور آپؐ کو (خطبہ میں) کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کے ہاں جو اجر ہے وہ تماشہ اور تجارت سے بڑھ کر ہے"۔

کفّارہ

بعض ان میں سے ایسے بھی تھے جو بعض غزوات کے موقع پر غفلت کا شکار ہو گئے لیکن پھر ایسی توبہ کی کہ دنیا کو ان پر رشک آنے لگا۔ سورۃ توبہ میں ان تین حضرات کا ذکر ہے جو تبوک میں حاضری سے رہ گئے تھے ان کا بائیکاٹ ہوا۔ تنگ اتنے ہوئے کہ زمین ان پر تنگ ہونے لگی۔ لیکن انہوں نے تسلیم و رضا کا وہ طریقہ اختیار کیا کہ سبحان اللہ۔ اسی طرح کے بعض حضرات کے متعلق ارشاد ہے :—

"کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطاؤں کے معترف ہو گئے انہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے ، کچھ بھلے کچھ برے ، عجب نہیں کہ اللہ ان پر توجہ فرمائے۔ بے شک اللہ بڑی مغفرت فرمانے والا اور رحمت کرنے والا ہے"۔ (توبہ)

یہ بشری کمزوریاں ضرور تھیں لیکن بہ حیثیت مجموعی ان کا معاملہ بڑا عجیب تھا۔ دیکھیں سورۃ حجرات میں ہے کہ :

"اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت دے دی اور اس کو تمہارے دلوں میں رچا دیا اور کفر و فسق اور معصیت سے تمہیں بیزار کر دیا۔ اللہ کے فضل سے یہی لوگ راہ یاب ہیں"۔

سورہ فتح میں ان کی آپس میں رحمدلی ، کافروں پر سختی اور عبادت میں محویت و انہماک کا ذکر فرمایا —— سورۃ ذاریات میں دنیوی زندگی میں نیکی ، رات کو کم سونا اور اخیر شب میں استغفار و مناجات اور اپنے اموال کو ہر سوالی غیر سوالی پر خرچ کرنے کا ذکر فرمایا —— ان کی سحر خیزیوں کا جو حال تھا سورۃ مزمل میں اس کو بیان کیا۔

الفرقان

سورۃ الفرقان میں ان عباد الرحمٰن کے متعدد اوصاف و کمالات کا ذکر ہے ، زمین پر مسکنت سے چلنا ، جہلا سے شرافت کی بات کر کے شر کو دفع کرنا ، قیام و سجدہ میں رات گزارنا ، جہنم کے عذاب سے دوری کی درخواست ، خرچ میں اعتدال و میانہ روی اختیار کرنا ، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا ، انسانی جانوں کا احترام اور زنا سے اجتناب —— یہ سب باتیں ان کی خوبیوں کے طور پر بیان ہوئیں۔ مزید اسی سورۃ میں ناجائز مجمعوں اور پارٹیوں سے الگ تھلگ رہنا ، آیاتِ الٰہی کو توجہ و انہماک سے سننا ، اولاد اور بیویوں کی نیکی کی دعائیں کرنے کا بیان ہے اور پھر آخر میں الٰہی نعمتوں

بیان ہوتا ہے :۔

"بہ سبب ان کے ثابت قدم رہنے ان کو (ان جنّات میں) دعا اور سلام ملے گا، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے وہ کیسا اچھا ٹھکانہ اور مقام ہے۔"

قدوسیوں کی اس جماعت سے اللہ کو جو پیار تھا اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ان کے وجود سے قبل توراۃ و انجیل میں اللہ نے ان کا ذکر کر دیا تھا (الفتح) اور یہ قرآن کا کرشمہ ہے کہ ہزار تحریفات کے باوجود توریت وغیرہ میں ایسے جملے اب بھی ہیں جن میں ان کی عظمتوں کا پتہ چلتا ہے۔

"فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔"

(استثنا ۳۳ : ۲)

"اس کے داہنے ہاتھ میں ان کے لئے ایک آتشین شریعت تھی" ——— (معاً بعد یہ حوالہ ہے)

اشداء علی الکفار کے لئے آتشین شریعت اور "ہاں وہ اپنی قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے" (رحماء بینھم کا ہی ترجمہ ہے۔

اور پھر توریت میں ہے؛

"اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں اور تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے۔"

ان جملوں کے بعد رکعاً سجداً یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا کے قرآنی الفاظ پر غور کریں۔ عجیب مناسبت نظر آئیگی۔ اور سورہ فتح کے آخر میں صحابہ کی جماعت پر کھیتی کے لفظ کا جو اطلاق ہے اس کے لئے انجیل کی یہ آیات غور سے سنیں :۔

"آسمان کی بادشاہت اس رائی کے دانے کے مانند ہے جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں بو دیا وہ سب بیجوں سے چھوٹا ہوتا ہے مگر جب بڑھ جاتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا ہوتا ہے اور ایسا درخت ہو جاتا ہے کہ ہوا کے پرندے اس کی ڈالیوں پر آ کر بسیرا لیتے ہیں۔"

(متی ۱۳ ، ۳۱ : ۳۲)

دعوت محمدی کے ان ابتدائی خادموں اور پروانوں کا یہ ذکر ہے اور کتب سابقہ کی یہ شہادتیں ساتھ ہیں جن سے ان کی عظمت و رفعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس ضمن میں قرآن میں اور بہت کچھ ہے اور محرف شدہ پہلی کتابوں میں بھی متعدد اشارات ہیں۔

اگلی صحبت میں مزید باتوں کا بیان ہوگا۔ اب اسی پر اکتفا کرتے ہوئے دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالٰے ہمیں بھی اسی طرح دین حق کا خادم و ترجمان بنائے جس طرح صحابہ علیہم الرضوان کو بنایا تھا ——— اللھم صل علی محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ : احادیث الرسول

کے مقابلہ میں بڑائی حاصل ہے نہ کسی کالے کے مقابلہ میں۔ البتہ تقویٰ یعنی خوف خدا کی وجہ سے تم کسی کے مقابلہ میں بڑے ہو سکتے ہو۔

تشریح :۔ مطلب یہ ہے کہ مال و دولت، شکل و صورت، نسل و رنگ اور زبان و وطن جیسی کسی چیز کی وجہ سے کسی کو کسی دوسرے کے مقابلہ میں کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوتی۔ فضیلت کا معیار بس تقوٰے ہے (یعنی خوفِ خدا، اور وہ زندگی جو خدا کے خوف سے بنتی ہے) پس اس تقویٰ میں جو جتنا بڑھا ہوا ہے۔ وہ اللہ کے نزدیک اتنا ہی بڑا اور بلند ہے۔ اسی حقیقت کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے :۔

انّ اکرمکم عند اللہ اتقٰکُم

گاہے گاہے باز خواں

حضرت الامام لاہوریؒ

حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ مصلح اور حکیم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن سے اپنے دین کی جو خدمت لی۔ اس سے ایک دنیا آگاہ ہے ——— موقعہ محل کے اعتبار سے اہل وطن کو جھنجھوڑنا اور انہیں صحیح بات سے آگاہ کرنا ان کا مقصد زندگی تھا۔ ہم نے حالات کی مناسبت سے ان جواہر پاروں کو پیش کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ آج بد امنی ہے، بارشیں ہیں جبکہ فصل پک چکی ہے۔ اور مختلف النوع پریشانیاں ہیں۔ ایسے میں یہ خطبہ شاید ہماری اصلاح کا باعث بن جائے۔ (علوی)

لاہور کا عبرتناک تباہی خیز سیلاب

کل ۶ / اکتوبر سنہ ۱۹۵۵ء کی صبح کو لاہور میں جو سیلاب آیا ہے اس سے پہلے لاہور کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی چنانچہ اخباری بیان ہے کہ لاہور کے بسنے والوں کو کبھی بھی اس قدر شدید سیلاب کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

سیلاب کی حیرت انگیز وسعت

اخبارات کے اعلانات

"راوی میں قیامت خیز سیلاب، تین چوتھائی لاہور زیر آب"۔ لاہور شمالی پنجاب سے کٹ گیا سینکڑوں دیہات بہہ گئے نشیبی علاقے پانی میں گھر گئے۔"

"مواصلاتی نظام درہم برہم ہو چکا ہے شاہدرہ پاور ہاؤس زیر آب آجانے سے بجلی بھی فیل ہو گئی ہے۔"

آج انسانوں کی بے کسی اور پریشانی نے پھر ایک بار مشرقی پنجاب سے لاکھوں لٹے پٹے انسانوں کی آمد کا نقشہ دہرا دیا اور یہ کتنا مشکل ہو رہا ہے کہ سنہ ۱۹۴۷ء اگست میں انسانوں کی کسمپرسی زیادہ تھی یا آٹھ برس بعد آج اکتوبر کی چھٹی تاریخ کو انسانوں کی پریشانی اور کس مپرسی زیادہ ہے۔"

حکومت کی بے بسی

لاہور والوں کو سیلاب نے آناً فاناً اپنے گھیرے میں لے لیا۔ حالانکہ اخبارات صبح جب ان کے ہاتھوں میں پہنچے تو ان میں سرکاری ذرائع سے یہ اطلاع شائع ہوئی تھی کہ سیلاب کا پانی ۳۶ گھنٹے تک شاہدرہ پہنچے گا۔ لیکن اہل لاہور یہ خبر پڑھ رہے تھے تو ادھر راوی کا پانی محمود بوٹی بند کو چھلانگ لگا چکا تھا۔ اور مصری شاہ تاجپورہ، وسن پورہ، بادامی باغ کو آنکھ جھپکتے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ یہاں سے لوگوں کا نکلنا محال تھا۔

شاہنشاہ کی حکومت

مذکورۃ الصدر سابق اخباری اعلان سے یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ لاہور میں بادشاہ کی حکومت سے بالا تر شاہنشاہ کی حکومت بھی ہے وہ چاہے تو اپنی خفیہ مصالح کی اپنی ماتحت والی شاہی حکومت کو اطلاع دے اور چاہے تو نہ دے یہ چیز خود سیلاب کی آمد سے ثابت ہوتی ہے اور دنیاوی بادشاہت اعلان کرتی ہے کہ سیلاب کا پانی ۳۶ گھنٹے تک شاہدرہ پہنچے گا حالانکہ ایک گھنٹہ بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ سیلاب لاہور کے اندر موجود تھا۔

بغاوت کے باعث عذاب

برادران اسلام! ہر واقعہ کی کوئی نہ کوئی علت ضرور ہوتی ہے۔ یہ الگ چیز ہے کہ مختلف نظریات رکھنے

والے اپنے اپنے نظریئے کی بنا پر اس
کی علت علیحدہ علیحدہ تجویز کریں گے۔
مثلاً بعض لوگ ہر بیماری کا سبب دانتوں
کے تعفن کو قرار دیتے ہیں اس لیے
وہ لوگ مریض کی بیماری کا سبب دانتوں
کا تعفن قرار دیں گے۔ اور بعض لوگ
ہر بیماری کا سبب معدے کی خرابی کو
قرار دیتے ہیں اس لیے وہ مریض کی
بیماری کا باعث معدے کی خرابی قرار
دیں گے۔ اسی طرح ایک مسلمان اس
تباہی خیز عبرت ناک سیلاب کو شہنشاہِ
حقیقی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث
قرار دے گا کہ مخلوق خدا تعالیٰ سے
باغی ہو گئی تھی۔ اس لیے یہ عذاب الٰہی
نازل ہوا ہے۔

اہالیانِ لاہور کی بغاوت

برادران اسلام! کیا آپ نے پاکستان
کا مطالبہ کرتے وقت یہ دلائل نہیں دیئے
تھے کہ ہم مسلمانوں کی ہندوؤں سے تہذیب
الگ، تمدن الگ، کلچر الگ ہے۔ اور
ہمارے پاس مکمل ضابطۂ حیات انسانی
یعنی قرآن مجید موجود ہے۔ جس میں
انفرادی، اجتماعی، اخلاقی، معاشرتی،
اقتصادی، سیاسی، دینوی، اُخروی غرضیکہ
ہر قسم کی تعلیم موجود ہے۔ اس لیے ہم
چاہتے ہیں کہ خطۂ ہند میں ایک ٹکڑا
الگ کروا کر اپنی مذکورۃ الصدر چیزوں
کو زندہ کریں۔ کیا آپ کا یہ عقیدہ
نہیں ہے کہ ہر ایک نعمت کا دینے والا
فقط اللہ جل شانہٗ ہی ہے۔ لہٰذا

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم
سے ہمیں خطۂ ہند میں ایک ٹکڑا کاٹ
کر بنام پاکستان عطا فرما دیا۔ اب...

ایمان سے کہو

کیا آپ نے پاکستان لیتے وقت
جس وعدہ پر لیا تھا اسے پورا
کیا ہے یا اس وعدے کی خلاف
ورزی کی ہے جس کا دوسرا نام
وعدہ خلافی، غداری یا بغاوت ہو
سکتا ہے پھر آپ خود فیصلہ کیجئے۔ کہ
وعدہ خلافی کرنے والوں غداروں اور
باغیوں کی کیا سزا ہوا کرتی ہے؟

گناہوں کی کثرت

برادران اسلام! کیا فرنگستان کے
بعد جب سے پاکستان بنا ہے۔ پہلے
سے زیادہ گناہوں کی کثرت نہیں
ہے۔ کیا آپ نے نہیں سنا۔ کہ پہلے
جتنی تینوں قومیں (ہندو، سکھ، مسلمان)
شراب پیتی تھیں اب فقط مسلمان
اتنی یا اس سے زیادہ پیتا ہے۔ کیا
آپ نے لاہور کی پولیس کی رپورٹ
نہیں سنی کہ لاہور میں پچیس فیصدی
عورتیں زنا کرتی ہیں۔ کیا آپ نے
اخبارات میں یہ اطلاع نہیں پڑھی کہ
ٹبی بازار لاہور میں ساٹھ فیصدی سکولوں
اور کالجوں کے لڑکے زنا کرنے کے
لیے آتے ہیں۔ اے پاکستانیو! کیا تم
نے ایک دیوثی کا مشغلہ ڈانس کھیلنا
چھوڑ دیا ہے جو انگریز تمہیں سکھلا
گیا ہے۔ کیا تم نے سینما کے دروازے
بند کر دیئے ہیں جن میں مسلمان کا وقت
برباد، روپیہ برباد اور اخلاق برباد ہوتے
ہیں اور ہر سال کروڑہا روپیہ پاکستان
سے ہندوستان جاتا ہے کیا فرنگستان
کے بعد میرے پاکستان میں چوری،
ڈاکہ زنی، قتل و خونریزی رشوت ستانی
وغیرہ جرائم بدرجہا پہلے سے زیادہ
نہیں بڑھ گئے۔

انصاف کی اپیل

برادران اسلام! میں آپ سے
انصاف کی اپیل کرتا ہوں۔ کیا مملکتِ
خدا داد پاکستان میں ان جرائم کا ہونا
اللہ تعالیٰ سے بغاوت نہیں ہے۔

یہ سیلاب عذابِ الٰہی ہے

وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ (سورۃ شوریٰ رکوع ۴ پ ۲۵)

ترجمہ: اور تم پر جو مصیبت آتی
ہے تو وہ ہمارے ہاتھوں
کے کئے ہوئے کاموں سے آتی
ہے اور وہ بہت سے گناہ
معاف کر دیتا ہے۔
لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ عبرتناک اور
تباہی خیز سیلاب ہمارے گناہوں کی
شامت کے باعث ہے۔

علاج

اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی
معافی مانگنی چاہیئے تاکہ آئندہ کوئی
عذاب نہ آئے اور گذشتہ گناہوں
سے توبہ کرنی چاہیئے تاکہ وہ معاف ہو جائیں۔ (وما علینا الا البلاغ)

قلم زدہ: امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی

دلائل نبوت

فضائلِ صحابہ کا انکار آنحضرت ﷺ کے دعوئے نبوت کو کمزور کرتا ہے

بھڑک اٹھتی ہے کیوں دنیا مری ان سے محبت پر
یہ شورش کیوں خلافِ شمع و پروانہ نہیں اٹھتی

ایک مرتبہ قرآن مجید کو شروع سے
آخر تک اس نظر سے دیکھنے کی توفیق
ملی کہ جن آیات میں دلائل نبوت کا
بیان ہو ان کو منتخب کر لیا جائے
اس مطالعہ سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید
میں چار قسم کے دلائل آپ کی نبوت
پر فرمائے گئے ہیں۔
پہلی قسم کی دلیل آپ کے نبوت
کی انبیائے سابقین علیہم السلام اور
کتب الٰہیہ سابقہ کی پیش گوئیاں ہیں
جو متعدد آیتوں میں مختلف عنوانوں اور
عبارتوں میں پیش فرمائی گئی ہیں۔ مثلاً
ایک آیت میں فرمایا:۔
اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ۔
جن کو ہم نے کتاب دی ہے
یعنی علمائے یہود و نصاریٰ وہ
ہمارے نبی کو ایسا پہچانتے ہیں
جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔
دوسری جگہ فرمایا:
اَلنَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ
وہ نبی امی جس کو اپنے پاس
توریت وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔
ایک جگہ اور فرمایا:۔
اَوَلَمْ یَکُنْ لَّهُمْ اٰیَةً اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔
کیا اہل مکہ کے لیے یہ دلیل کافی
نہیں ہے کہ علماء بنی اسرائیل یعنی
علماء یہود و نصاریٰ ہمارے نبی
کی نبوت کو جانتے ہیں۔
دوسری قسم کی دلیل آپ کے
نبوت کی آپ کے حالات ہیں جن میں
آپ کی تعلیمات بھی شامل ہیں۔ قرآن مجید
میں اس چیز کا بیان تو اصل مقصد
ہی ہے لہٰذا اس کی تفصیل کو نظرانداز
کیا جاتا ہے۔
تیسری قسم کی دلیل آپ کے نبوت
کی آپ کے معجزات ہیں قرآن مجید میں
اگرچہ چند ہی معجزات کا بیان ہے مگر
کلی طور پر آپ کے معجزات کی بے نظیر
کثرت بیان فرما کر ایک طرف سے
تمام جزئیات کا احاطہ کر لیا ہے۔ سورۃ
قمر میں ارشاد ہوا۔
اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔
قریب آگئی قیامت اور پھٹ
گیا چاند اور جب یہ کافر کوئی
نشانی یا معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ
پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ
جادو ہے۔ مستمر۔
مستمر اس چیز کو کہتے ہیں جس کا
سلسلہ کہیں درمیان سے قطع نہ ہوا ہو۔
چوتھی قسم کی دلیل آپ کی نبوت
کی آپ کے شاگردوں یعنی آپ کے
صحابہ کرامؓ کے کمالات ہیں۔
اس قسم کو قرآن مجید نے بہ نسبت
پہلی تین قسموں کے زیادہ اہمیت سے
بیان کیا ہے اس لیے کہ یہ ایسی
زبردست دلیل ہے جس کے بے انصاف
مخالفوں کے سر بھی جھک جاتے ہیں۔
اور یہ دلیل ایسی ہے کہ اس سے
تمام دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی نبوت کا اعلان ہوا اور اس دلیل
کے تمام عالم کو طوعاً و کرہاً اپنی طرف

متوجہ کرلیا بخلاف دلائل سابقہ کے جب کوئی باختیار خود ان کی طرف توجہ کرے تو نتیجہ نکلے۔

صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام دنیا میں پھیل گئے اور بڑی سلطنتیں اُن کے قبضہ میں آگئیں۔ لوگوں نے ان کے حالات و کمالات کا مشاہدہ کیا اور سب کی آنکھیں کھل گئیں۔ بے اختیار بول اٹھے کہ جس استاد کے شاگرد ایسے باکمال ہیں اس استاد کے کمال میں کس کو شک ہو سکتا ہے۔

نمونہ کے طور پر دو چار اقوال منکرین کے درج ذیل ہیں؛

(۱) یورپ کے مشہور مورخ گبن نے اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ۔

"پہلے چاروں خلیفوں کے اطوار یکساں صاف اور ضرب المثل تھے ان کی سرگرمی و دلی اخلاص کے ساتھ تھی اور ثروت و اختیار پاکر بھی انہوں نے اپنی عمریں ادائے فرائض اخلاقی و مذہبی میں صرف کیں پس یہی لوگ محمدؐ کے ابتدائی جلسہ کے شریک تھے جو پیشتر اس کے کہ انہوں نے اقتدار حاصل کرلیا یعنی تلوار پکڑی اس کے جانب دار ہوگئے یعنی ایسے وقت میں کہ ہدف آزار تھا اور جان بچا کر اپنے ملک سے چلا گیا ان لوگوں کا اوّل ہی تبدیل مذہب کرنے سے ان کی سچائی ثابت ہوتی ہے اور دنیا کی سلطنتوں کے فتح کرنے سے ان کی لیاقت کی قوت معلوم ہوتی ہے۔"

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:۔

"اس صورت میں کوئی یقین کر سکتا ہے کہ ایسے شخصوں نے ایذائیں سہیں اور اپنے ملک سے جلاوطنی گوارا کی اور اس سرگرمی سے اس کے پابند ہوئے اور یہ سب امور ایک ایسے شخص کی خاطر ہوئے ہوں جس میں ہرطرح کی برائیاں ہوں اور اس کا سہلہ فریب اور سخت عیاری کے لیے ہو جو ان کی تربیت کے خلاف ہو اور ان کی ابتدائی زندگی کے تعصبات کے بھی مخالف ہو۔ اس پر یقین نہیں ہو سکتا یہ خارج از حیطۂ امکان ہے۔"

پھر اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مسائل نے اس درجہ نشۂ دینی ان کے پیروؤں میں پیدا کیا جس کو عیسیٰؑ کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے اور اس کا مذہب اس تیزی کے ساتھ پھیلا جس کی نظیر دینِ عیسوی میں نہیں چنانچہ نصف صدی سے کم میں اسلام بہت سی عالیشان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آگیا۔ جب عیسیٰ کو سولی پر لے گئے تو اس کے پیرو بھاگ گئے اور اپنے مقتدیٰ کو موت کے پنجہ میں چھوڑ کر چلدیے اگر بالفرض اس کی حفاظت کرنے کی ان کو ممانعت تھی تو موجود رہتے اور صبر سے اس کے اور اپنے ایذا رسانوں کو دھمکاتے، برعکس اس کے محمدؐ کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد وپیش رہے اور اس کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر کل دشمنوں پر اس کو غالب کردیا۔"

گاڈ فری ہیگنس اپنی کتاب اپالوجی فرام محمدؐ میں لکھتے ہیں۔ کہ:

باوجودیکہ محمدؐ اور عیسےؑ کی ابتدائی سوانحعمری میں ایسے حالات ہیں جن میں عجیب مشابہت پائی جاتی ہے لیکن بہت سے ایسے ہیں جن میں بالکل اختلاف ہے مثلاً عیسیٰؑ کے اوّل بارہ مریدوں کو نا تربیت یافتہ اور کم رتبہ مانا گیا ہے بخلاف محمدؐ کے اوّل مریدوں کے بجز اس کے غلام کے سب لوگ بڑے ذی وجاہت تھے اور جب وہ خلیفہ اور افسر فوج اسلام ہوئے تو اس زمانہ میں جو کچھ انہوں نے کام کئے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں اوّل درجہ کی لیاقتیں تھیں اور غالباً ایسے نہ تھے کہ بآسانی

دھوکا کھا جاتے۔ عیسیٰؑ کے اوّل مریدوں کی کم رتبگی کو موشیم صاحب دینِ عیسائی کی خوبی سمجھتے ہیں مگر سچ پوچھو تو میں بمجبوری مقر ہوں کہ اگر لاک نیوٹن جیسے اشخاص مذہب عیسوی کے اوّل محققین میں سے ہوتے تو مجھ کو بھی اطمینان کامل ویسا ہی ہوتا۔"

سر ولیم اپنی کتاب لائف آف محمدؐ میں لکھتے ہیں۔

ہجرت سے ۱۳ برس پہلے مکہ ایک ذلیل حالت میں بیجان پڑا تھا مگر ان تیرہ برسوں میں کیا ہی اثر عظیم پیدا ہوا کہ سنیکڑوں آدمیوں کی جماعت نے بت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش اختیار کی اور اپنے اعتقاد کے موافق وحی الٰہی کی ہدایت کے مطیع و منقاد ہوگئے۔ اسی قادر مطلق سے بکثرت ولشدت دعا مانگتے اس کی رحمت پر مغفرت کی اُمید رکھتے اور حسنات و خیرات، پاکدامنی اور انصاف کرنے میں بڑی کوشش کرتے تھے اب انہیں شب و روز اسی قادر مطلق کی قدرت کا خیال تھا اور یہ کہ وہی رازق ہماری ادنیٰ حوائج کا بھی خبرگیراں ہے ایک قدرتی اور طبعی عطیہ میں ہر ایک امر متعلقہ زندگانی میں اور خلوت وجلوت کے ہر ایک حادثہ اور تغیر میں اس کے ید قدرت کو دیکھتے تھے اور اس سے بڑھ کر اس نئی روحانی حالت کو جس میں خوشحال اور حمد کناں رہتے تھے۔ خدا کے فضل خاص اور رحمت با اختصاص کی علامت سمجھتے۔ تھے اور اپنے کور باطن اہلِ شہر کے خدا کے تقدیر کئے ہوئے خذلان کی نشانی جانتے تھے محمدؐ کو جوان کی ساری امیدوں کے ماخذ تھے اپنا حیات تازہ بخشنے والا سمجھتے تھے۔ اور ان کی ایسی کامل طور پر اطاعت کرتے تھے جو ان کے رتبہ عالی کے مطابق تھی ایسے تھوڑے ہی زمانہ میں کہ اس عجیب تاثیر سے دو حصوں میں منقسم ہو گیا تھا جو بلا لحاظ قبلہ و قوم ایک دوسرے کے درپے مخالفت و ہلاکت تھے۔ مسلمانوں نے مصیبتوں کو تحمل و شکیبائی سے برداشت کیا اور گویا ایسا کرنا ان کی ایک مصلحت تھی مگر تو بھی ایسی عالی ہمتی اور بردباری کے وہ تعریف کے مستحق ہیں۔

سر ولیم میور نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے متعلق جو لکھا ہے وہ بہت عبرت آموز ہے چنانچہ چند فقرات کا اقتباس درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

موصوف اپنی کتاب ازلی خلافت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

آپ کا عہد مختصر تھا۔ مگر رسول اللہؐ کے بعد اور کوئی ایسا نہیں ہوا جس کا اسلام کو ان سے زیادہ ممنون اور مرہون ہونا چاہیئے چونکہ ابوبکرؓ کے دل میں رسول اکرمؐ کا اعتقاد نہایت راسخ طور پر متمکن تھا اور یہی عقیدہ خود رسول اکرمؐ کے خلوص اور سچائی کی زبردست شہادت ہے لہٰذا میں نے آپ کی حیات و صفائی کے تذکرہ کے لیے کچھ جگہ وقف کی ہے۔ اگر حضرت محمدؐ کو ابتداء سے اپنے کذاب ہونے کا یقین ہوتا تو وہ کبھی ایسے شخص کو دوست اور عقیدت مند نہ بنا سکتے جو نہ صرف دانا و ہوشمند تھا بلکہ سادہ مزاج اور صفائی پسند بھی تھا۔ ابوبکر کو نفسانی عظمت و شوکت کا کبھی خیال نہیں آیا انہیں شاہانہ اقتدار حاصل تھا اور وہ بالکل خود مختار تھے مگر وہ اس طاقت و اقتدار کو صرف اسلام کی بہتری اور کافۂ انام کے فائدہ پہنچانے میں عمل میں لائے ان کی ہوشمندی اس امر کا مقتضی نہ تھی کہ خود فریب کھالیں اور وہ خود ایسے متدین تھے کہ کسی کو دھوکہ نہ دے سکتے تھے۔

پھر حضرت عمر فاروقؓ کی نسبت

لکھتے ہیں :۔

۲۶ ر ذی الحجہ ۲۳ھ کو عمرؓ نے ساڑھے دس سال کی عہد حکومت کے بعد انتقال فرمایا۔ رسولُ اللہ کے بعد سلطنت اسلام میں سب سے بڑے شخص عمرؓ تھے کیونکہ یہ انہیں کی دانائی و استقلال کا ثمرہ تھا کہ ان دس سال کے عرصہ میں شامؔ، مصرؔ، اور فارس کے علاقے جن پر اس وقت سے اسلام کا قبضہ رہا ہے تسخیر ہو گئے۔ ابوبکر صدیقؓ نے مشرک اقوام کو مغلوب تو کر لیا تھا لیکن ان کے عہد حکومت میں افواج اسلام صرف شام کی حد تک ہی پہنچی تھیں۔ عمرؓ جب مسندِ خلافت پر بیٹھے تو اس وقت ان کے قبضہ میں صرف عرب تھا مگر جب آپ نے انتقال فرمایا تو آپ ایک بڑی سلطنت کے خلیفہ تھے جو فارس و مصر و شام، بازنطائن اپنی سلطنت کے بعض ہی زرخیز اور دل کشا صوبوں پر مشتمل تھی مگر باوجود ایسی عظیمُ الشان سلطنت کے فرماں روا ہونے آپ نے کبھی اپنی فراستِ قوت، فیصلہ کی متانت کی میزان میں پاسنگ رکھنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ آپؓ نے سردار عرب کے سادہ اور معمولی لقب سے کسی زیادہ عظیم الشان لقب سے اپنے آپ کو ملقب نہیں کیا دور دراز صوبوں سے لوگ آتے اور مسجد نبوی کے صحن کے چاروں طرف نظر دوڑا کر استفسار کرتے کہ خلیفہ کہاں ہیں حالانکہ شاہنشاہ یعنی سادہ لباس میں ان کے سامنے بیٹھے ہوتے تھے۔"

یہ چند اقوال منکرین اسلام کے آیات بینات سے نقل کئے ہیں جو نمونہ کے لیے کافی ہیں اسی وجہ سے قرآن مجید میں ایک چوتھی قسم کی دلیل نبوت یعنی صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب کو اس قدر زیادہ اہتمام سے بیان فرمایا گیا ہے۔

قرآن مجید کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر جو اعتراضات کفار مکّہ کی طرف سے ہوتے تھے ان میں سے اکثر و بیشتر کے جواب میں صحابہ کرامؓ ہی کو پیش کیا گیا ہے۔

مثلاً کفار مکّہ نے رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہا اس کے جواب میں صحابہ کرامؓ ہی کو پیش فرمایا گیا۔ ارشاد ہوا :

اَلشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُھُمُ الْغَاوٗنَ

(یعنی شعراء کے متبعین گمراہ ہوا کرتے ہیں) مطلب یہ ہے کہ اگر ہمارے نبیؐ کے متبعین گمراہ ہوتے تو تمہارا یہ اعتراض صحیح ہوتا۔ کفار مکّہ میں بھی کسی بیحیائی کی جرأت نہ ہوئی کہ اس کے بعد لب کشائی کرتا اور کہہ دیتا کہ حضرت آپؐ کے متبعین گمراہ تو ہیں۔

المختصر! قرآن مجید میں صحابہ کرام کے فضائل و مناقب کا بیان محض اس لیے ہے کہ ان کے کمالات ان کے استاد برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے کاملُ مکمل ہونے کی دلیل ہیں۔ اہل سنت کو صحابہ کرامؓ کے فضائل پر اسی لیے اصرار ہے کہ وہ ایک بڑی زبردست دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ہیں۔

جو لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل کا انکار کرتے ہیں۔ وہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کی ایک بڑی روشن دلیل کو بجھانا چاہتے ہیں۔

لیطفئو نور اللہ بافواھہم واللّٰہُ مُتِمّ نورہٖ ولوکرہ الکافرون۔

وَالصَّلٰوۃ والسَّلامُ عَلیٰ سید المرسلین وَعَلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اَجمعین۔

بقیہ : اداریہ

کما سکے کہ علم سے کیا فائدہ ؟
اور تربیتی اداروں کی جگہ آرٹ کونسلیں قائم کرو کہ یہی آج کا سب سے بڑا شوق ہے ؟

پابندیوں کی زنجیر اس سے زیادہ کچھ کہنے کی اجازت نہیں دیتی

ررر

علوی

حضرت مولانا حبیبُ الرحمن صاحب سابق شیخ الحدیث مفتاح العلوم

حضرت معاویہ

رضی اللہُ تعالیٰ عنہ

جن کو فاروق اعظمؓ عرب کا کسریٰ کہا کرتے تھے

اسلامی تاریخ کا یہ نہایت مشہور واقعہ ہے کہ سرکار رسالت پناہ کی وفات کے بعد عرب کے متعدد قبیلے مرتد ہو گئے تھے اس فتنہ کے استیصال اور مرتدین کی سرکوبی میں سرکار رسالت کے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جس بے مثال عزم و حزم اور جس بے نظیر استقلال اور پامردی کا ظہور ہوا وہ تاریخ کے نوادر میں محفوظ ہے مجھے اس وقت صرف اتنا بتانا مقصود ہے کہ وفاتِ نبویؐ کے بعد اسلامی فتوحات کی راہ میں یہ فتنہ سنگ گراں بن کر اس طرح حائل ہوگیا تھا کہ جب تک اس کو راستہ سے ہٹا نہ لیا جاتا اسلامی فتوحات کے آگے بڑھنے کی کوئی صورت ہی ممکن نہیں تھی۔

جب صدیق اکبرؓ اس عظیم الشان مہم کو سر کر چکے اور اس فتنہ کی طرف سے ان کو کلّی اطمینان ہوگیا تو انہوں نے ۱۳ھ میں شام پر کئی طرف سے لشکر کشی شروع کی۔ فتح دمشق کے لیے جو لشکر یزید بن ابی سفیان کی سرکردگی میں روانہ کیا تھا اس لشکر کے علمبردار حضرت امیر معاویہؓ تھے۔ (فتوح البلدان ص۱۱۵)

یزید بن ابی سفیانؓ مدینہ سے چل کر اوزعات پہنچے اور اس کو صلح سے فتح کیا۔ اس کے بعد عمان کی طرف بڑھے۔ عمان والوں نے بھی صلح کر لی اس سے فارغ ہو کر بلقاریہ پر قبضہ کیا اتنے میں جمادی الاخری ۱۳ھ میں حضرت ابوبکرؓ کا سانحہ وفات پیش آیا اور حضرت فاروق اعظمؓ مسندِ آرائے خلافت ہوئے تو انہوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کو شام کا امیر الامراء مقرر کرکے روانہ کیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے شام پہنچ کر حضرت عمرو بن العاص کو ایک جمعیت کے ساتھ سواحل اردن کی طرف روانہ کیا وہاں رومیوں کی بہت بڑی تعداد مقابلہ کے لیے اکٹھی ہوگئی تھی اور ہرقل نے بھی قسطنطنیہ سے ایک بڑی جماعت روکنے کے لیے بھیجی۔ حضرت عمرؓ نے اس واقعہ کی اطلاع دیتے ہوئے حضرت ابوعبیدہؓ سے مدد طلب کی۔ حضرت ابوعبیدہ نے یزید بن ابی سفیانؓ کی سرکردگی میں ایک فوج ان کی مدد کے لیے روانہ کی اس فوج کے ہراول کے افسر حضرت امیر معاویہؓ تھے۔ مدد پہنچنے پر عمروؓ اور یزیدؓ نے رومیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور سواحل اردن فتح کر لیے۔ اس جنگ میں حضرت امیر معاویہؓ نے بڑا کام کیا اور سواحل اردن کی فتح میں ان کا بڑا نمایاں حصّہ تھا۔ بلاذری لکھتا ہے۔

دکان المعاویہ فی ذالک بلاء حسن و اثر جمیل۔ (فتوح البلدان ص۱۲۳)

بیروت وغیرہ پر یلغار

ان فتوحات کے بعد دمشق کا معرکہ پیش آیا اور دوسرے امراء لشکر کی طرح یزید بن ابی سفیانؓ بھی اپنی ماتحت فوج کے ساتھ اس مہم کو سر کرنے میں سرگرمی کے ساتھ مصروف ہو گئے ۱۴ھ میں جب حضرت ابوعبیدہؓ کے زیر قیادت دمشق فتح ہو چکا تو یزید بن ابی سفیانؓ نے آسانی سے بحیرہ

روم کے ساحلی شہروں کی طرف کوچ کیا اور سیداد، عزہ، جلیل اور بیروت کو نہایت آسانی سے فتح کرلیا۔ اس دفعہ بھی ہراول کے افسر حضرت معاویہؓ ہی تھے بلکہ عزہ کو تو حضرت معاویہؓ نے بہ نفسِ نفیس فتح کیا۔

حضرت عمرؓ کے آخری زمانہ اور حضرت عثمانؓ کے ابتدائی دور میں رومیوں نے ان شہروں میں سے بعض پر قبضہ کر لیا تو حضرت معاویہؓ نے دوبارہ ازسرِنو ان کو فتح کرکے قلعوں اور شہروں کی مرمت کرائی اور انہیں فوجوں کو لاکر پھیر دیا۔

(فتوح البلدان ص۱۳۳، ص۱۳۴)

فتح یافہ اور قیساریہ

یافہ فلسطین کی مشہور بندرگاہ ہے یعنی مورخین کی رائے ہے کہ اس کو بھی حضرت معاویہؓ ہی نے فتح کیا۔

۱۸ھ میں جب حضرت ابوعبیدہؓ نے عمواس کے طاعون میں انتقال فرمایا اور ان کے انتقال کی خبر دربار خلافت میں پہنچی تو فاروق اعظمؓ نے ان کی جگہ صوبۂ شام کی حکومت اور گورنری کے لیے یزید بن ابوسفیانؓ کو نامزد کیا اور ساتھ ہی یہ فرمان بھی بھیجا کہ قیساریہ پر فوج کشی کریں۔ قیساریہ بحر روم کے ساحل پر بڑا عظیم الشان شہر تھا اس کی عظمت کا اندازہ لگانے کے لیے یہ کافی ہے کہ اس کے شہر پناہ پر ایک لاکھ آدمی ہر رات پہرہ دیا کرتے تھے۔ اور اس میں تین سو بازار تھے۔

قیساریہ کو فتح کرنے کی فکر میں مسلمان بہت دنوں سے لگے ہوئے تھے۔ اول اول ۱۳ھ میں حضرت عمرو بن العاصؓ نے اس کے محاصرہ کی ابتدا کی لیکن ان کے محاصرہ کی شکل یہ تھی کہ اثنائے محاصرہ میں جب ان کی یا ان کی فوج کی ضرورت پیش آئی تو وہاں روانہ ہو جاتے چنانچہ وہ اسی طرح اجنادین، فحل، دمشق اور یرموک کی لڑائیوں میں شریک ہوئے ان لڑائیوں سے فارغ ہوکر انہوں نے قیساریہ کا پھر محاصرہ کیا۔ لیکن چند دنوں کے بعد اس کو چھوڑ کر مصر چلے گئے اور یزیدؓ شام کے حاکم مقرر ہوئے تو انھوں نے اپنے بھائی حضرت معاویہؓ کو اس کے محاصرہ کا حکم دیا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ خود یزیدؓ ۱۷ ہزار کی جمعیت لے کر گئے۔ ایک مختصر سی جنگ کے بعد جب اہلِ قیساریہ حلقہ بند ہو گئے تو محاصرہ کیا۔ اثنائے محاصرہ میں یزیدؓ بیمار ہو گئے اور حضرت معاویہؓ کو اپنا قائم مقام کرکے دمشق چلے آئے اس کے بعد حضرت معاویہؓ نے اس کو فتح کیا۔

مولانا شبلی کا بیان

فتح قیساریہ کی کیفیت الفاروق کے مصنف کے الفاظ میں یہ ہے۔ کہ۔ امیر معاویہؓ نے بڑے سرو سامان سے محاصرہ کیا۔ شہر والے کئی مرتبہ حلقہ سے نکل نکل کر لڑے۔ لیکن ہر دفعہ شکست کھائی تاہم شہر پر قبضہ نہ ہو سکا۔ ایک دن ایک یہودی جس کا نام یوسف تھا۔ امیر معاویہؓ کے پاس آکر ایک سرنگ کا نشان دیا۔ جو شہر کے اندر قلعہ کے دروازے پر گئی تھی چنانچہ چند بہادروں کے ساتھ اس کی راہ قلعہ کے اندر پہنچ کر دروازہ کھول دیا۔ ساتھ ہی تمام فوج ٹوٹ پڑی اور کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔

مورخین کا بیان ہے کہ کم از کم عیسائیوں کی اسّی ہزار فوج تھی جس میں زندہ بہت کم بچے تھے چونکہ ایک مشہور مقام تھا اس کی فتح سے گویا شام کا مطلع صاف ہوگیا۔ (الفاروق ص۹۳)

فتوح البلدان میں ہے کہ جب فتح قیساریہ کی خبر دربار خلافت میں پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکار کر کہا کہ قیساریہ لڑ کر فتح ہوگیا اور اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ ان کے ساتھ مسلمانوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا قیساریہ کے محاصرہ کا سلسلہ سات سال تک جاری رہا۔ بالآخر ۱۸ھ کے آخر یا ۱۹ھ کے اول میں فتح ہوا۔

فتح عسقلان و قبرص

۱۸ھ کے آخر میں یزید بن ابی سفیانؓ نے دمشق میں وفات پائی تو اُن کی جگہ پر حضرت معاویہؓ کو حضرت عمرؓ نے حاکم شام مقرر فرمایا اور ان کو فرمان بھیجا کہ فلسطین کے جو مقامات رہ گئے ہیں اُن کو بھی فتح کر لیں۔ چنانچہ حضرت معاویہؓ نے عسقلان پر چڑھائی کی۔ معمولی لڑائی کے بعد دشمن نے صلح کی درخواست کی اور عسقلان مصالحت سے فتح ہوا اس کے بعد بار بار حضرت معاویہؓ رومیوں سے نبرد آزما ہوئے۔ چنانچہ ۲۵ھ میں رومیوں کو پسپا کرتے ہوئے عموریہ تک پہنچ گئے۔

(تاریخ کامل ص۲۴)

حضرت معاویہؓ پہلے مسلمان ہیں جنھوں نے کشتیوں کے ذریعے سمندر کو طے کرکے سمندر پار اسلامی جھنڈا لہرایا ان سے پہلے مسلمانوں نے سمندر میں لشکر کشی نہیں کی تھی۔ حضرت معاویہؓ خلافت فاروقی ہی میں اس کے لیے مُصر تھے مگر حضرت عمرؓ نے اجازت نہیں دی۔ جب حضرت عثمانؓ کا دَور آیا اور حضرت معاویہؓ نے دریا کے سفر کی آسانیاں ان کے سامنے پیش کیں یہ بھی بتلایا کہ قبرص یہاں سے (احمص سے) بہت نزدیک ہے تو ۲۷ھ میں حضرت عثمانؓ نے لکھا کہ اگر تم اپنی بی بی کو لے کر دریا کا سفر کرنے کو آمادہ ہو تو اجازت ہے ورنہ نہیں۔ نیز یہ بھی تاکید کی کہ اس جنگ میں شرکت کے لیے تم خود آدمیوں کا انتخاب نہ کرو۔ نہ قرعہ اندازی کرو مگر اپنی خوشی سے جو جائے اُس کو جہاز پر سوار کرلو۔ اور اس کی اعانت بھی نہ کرو۔ چنانچہ حضرت معاویہؓ نے اپنی بیوی کو ساتھ لیا اور عکاظ سے کشتی پر سوار ہوئے۔ کشتیاں بہت زیادہ تعداد میں تھیں۔ صحابہ کرامؓ میں سے عبادہ بن الصامتؓ ان کی بیوی ام حرامؓ، ابوایوب انصاریؓ، ابوالدرداءؓ، ابوذر غفاریؓ، فضالہ بن عبیدؓ، عمر بن سعدؓ، واثلہ بن الاسقع، عبداللہ لیثر مازنی، شداد بن اوس اور حضرت مقداد اور تابعین میں سے کعب، احبار اور جبیر بن نفیر جیسے لوگ ہمرکاب تھے ۲۸ھ یا ۲۹ھ میں یہ لشکر روانہ ہوا۔ جب یہ لشکر قبرص پہنچا تو وہاں کے حاکم نے صلح کی درخواست کی۔ حضرت معاویہؓ نے حسب ذیل شرائط پر اس کی درخواست منظور کرلی۔

(۱) اہلِ قبرص سات ہزار دو سو دینار سالانہ خراج ادا کریں۔

(۲) رومیوں کی نقل و حرکت کی اطلاع مسلمانوں کو دیتے رہیں۔

(۳) اگر اہل قبرص پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر اہل قبرس کی مدد ضروری نہیں ہے۔

(۴) مسلمانوں کو حق ہوگا کہ اپنے دشمنوں پر فوج کشی کے لیے قبرس کی راہ سے گذر سکیں۔

یہ فتح نہایت عظیم الشان تھی اور اس میں بہت سارا مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس جنگ میں حضرت ام حرامؓ کی شہادت کا واقعہ بھی ظہور پذیر ہوا تھا۔

فتح شمشاط

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے عہد میں امیر معاویہؓ نے آرمینیہ کے شہر شمشاط پر حبیب بن مسلمہ اور صفوان ابن تعطل کو لے کر حملہ کیا اور لڑ کر فتح کیا۔ (فتوح البلدان ص۱۷۲)

اعطیہ: اس شہر کے پہلے حبیب نے عیاض بن غنم کے حکم سے فتح کیا تھا لیکن پھر مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا جب حضرت معاویہ رضؓ شام اور جزیرہ کے حاکم مقرر ہوگئے تو انہوں نے دوبارہ حبیب کو مامور کیا۔ چنانچہ انہوں نے پھر فتح کیا۔ حضرت معاویہؓ نے فتح کے بعد وہاں اپنا ایک عامل مقرر کیا اور اس کے ساتھ ایک فوج بھی وہاں تعینات کردی۔ (فتوح البلدان ص۱۹۳)

فتح افریقیہ

افریقیہ کو سب سے پہلے عبداللہ بن سعدؓ نے فتح کیا تھا۔ لیکن جب ہرقل نے دیکھا کہ افریقیہ کا خراج جو مسلمانوں کے تسلط سے پیشتر دربار قسطنطنیہ میں آیا کرتا تھا بند ہوگیا تو اس نے ایک بطریق کو مامور کیا کہ وہ افریقیہ جائے اور جس قدر سالانہ رقم مسلمانوں کو دی جاتی ہے اتنی ہی وہ بھی وصول کرے۔ بطریق گیا اور قرطاجنہ میں اہلِ افریقیہ کو جمع کرکے، اپنا مطالبہ پیش کیا۔ اہل افریقیہ نے اس مطالبہ کو تسلیم

کرنے سے انکار کیا۔ نتیجہ لڑائی اور فتنہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ بطریق اس میں غالب رہا اور اس نے وہاں کے حاکم کو نکال دیا اور فوراً ہی شام چلا آیا اس وقت شام میں حضرت معاویہؓ کی مستقل حکومت تھی۔ حضرت معاویہؓ نے اس نے سارا قصہ بیان کیا حضرت معاویہؓ نے معاویہ بن خدیج کو افریقیہ کی مہم پر مامور کیا۔ اسکندریہ پہنچکر حاکم افریقیہ مرگیا۔ معاویہ بن خدیج کو اس کی وجہ سے کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی اور وہ افریقیہ پہنچ گئے اور ایک جرار لشکر کے ساتھ خمونیہ میں پڑاؤ ڈالا۔ بطریق نے ان کے مقابلے پر تین ہزار جنگی بہادر بھیجے حضرت معاویہؓ کو یہ خبر ملی۔ تو انہوں نے ایک اور لشکر مدد کے لیے روانہ کیا اور ایک سخت معرکے کے بعد رومیوں کو شکست ہوئی۔ اس کے بعد قلعہ جلوا کا مسلمانوں نے محاصرہ کیا۔ کسی طرح قلعہ کی فصیل منہدم ہو گئی مسلمان قلعہ میں داخل ہوکر اس پر قابض ہوگئے اس کے بعد تمام اطراف میں مسلمانوں کی فوجیں پھیل گئیں۔ اور سب نے اطاعت قبول کر لی۔ جب یہ مہم سر ہوگئی تو حضرت معاویہ بن خدیج مصر واپس آ گئے۔ یہ ۴۷ھ اور ۵۰ھ کے درمیان کا واقعہ ہے۔ ۵۰ھ میں حضرت معاویہؓ نے معاویہ بن خدیج کو افریقیہ کی حکومت سے معزول کرکے ان کی جگہ پر عقبہ بن نافع کو مقرر فرمایا۔ عقبہ دس ہزار سواروں کی جمعیت لے کر افریقیہ روانہ ہوگئے جب وہاں پہنچے تو بربر قوم کے بہت سے لوگ بھی ساتھ ہولیے جس کی وجہ سے ان کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی۔

صقلیہ

جزیرۂ سسلی (جس کو عرب صقلیہ کہتے ہیں۔ پر حضرت معاویہؓ نے معاویہ بن خدیج کو اس مہم پر مامور فرمایا تھا اگرچہ اس وقت فتح نہیں ہوا لیکن معرکہ پیش آیا۔ اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ سونے چاندی کے بہت سے بت مال غنیمت میں ہاتھ لگے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ان کو فروخت کرنے کے لیے ہندوستان بھیجنے کا حکم دیا ——— صقلیہ گو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں فتح نہیں ہوا لیکن اس کی داغ بیل حضرت معاویہؓ ہی نے ڈالی تھی اس لئے من سن حسنة فله اجرها واجر من عمل بها کے اصول سے۔ اس فتح میں ان کا بھی حصّہ ہے ❊

حافظ قاری اشتیاق احمد ضیاء جونپوری

بھرا اسلام نے وہ رنگ دل کے آبگینے میں

مچلتی ہے یہی اک آرزو رہ رہ کے سینے میں
زیارت گنبد خضریٰ کی ہوجائی مدینے میں

وہ اک بے مثل گوہر ہے محمدؐ نام ہے جس کا
پسند آیا خدائے پاک کو جوہر نگینے میں

یہ صدقہ ہے نبیؐ کی رحمۃ اللعالمینی کا
عرب والے عجم والے جو آئے ہیں قرینے میں

نمایاں ہو گیا کیا حق ہے کیا باطل زمانے پر
بھرا اسلام نے وہ رنگ دل کے آبگینے میں

مدینے کا مقدر ناز کرتا ہے مقدر پر
جو چمکا عرش اعظم پر وہ نور آیا مدینے میں

ربیع النور کو حاصل ہوئی کونین کی عظمت
دعائے ابن آذر رنگ لائی اس مہینے میں

انہیں کیا ڈر ہے موجوں سے انہیں کیا خوف طوفاں کا
مقدر سے جو بیٹھے ہیں محمدؐ کے سفینے میں

میسر کب ہے اسے گلزار جنت تیرے پھولوں کو
مہکتی ہے جو خوشبو جسم اطہر کے پسینے میں

زیارت کے لیے اکثر ملائک آتے جاتے ہیں
بنایا ہے خدا نے عرش کا زینہ مدینے میں

ابوبکر و عمر، عثمان و حیدر ہیں دُرِ یکتا
بڑی قسمت یہ رکھتے ہیں رسالت کے خزینے میں

ضیا کرتے رہو تم پیروی شاہ دو عالمؐ کی
خدائی مہرباں ہوگی مزا آئے گا جینے میں

مولانا محسن اختر ندوی
صدر مدرس مدرسہ شار العلوم گلدا ہا، پورنیہ

مسلمان
اپنے ماضی کے آئینے میں

جب مسلمان میدان میں آئے، اور دین و دنیا کی قیادت وسربراہی ان کو نصیب ہوئی اور ان پسماندہ، گمراہ وبیمار قوموں کو قیادت وسربراہی کے مقام و منصب سے معزول کیا۔ جس کو ان پسماندہ، گمراہ قوموں نے کبھی بھی بہتر اور صحیح طریقے سے استعمال نہیں کیا۔ لیکن مسلمانوں نے دنیا میں بسنے والے انسانوں کو اپنے ساتھ دوش بدوش لے کر متوازن اور صحیح رفتار کے ساتھ صحیح منزل کی جانب تیز رفتاری سے آگے بڑھنا شروع کیا۔

مسلمانوں کے پاس آسمانی کتاب یعنی قرآن عظیم اور الٰہی شریعت تھی اس لیے مسلمانوں کو اپنی طرف سے قانون گڑھنے، اور بنانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اور نہ ہی وہ اپنے سیاست و معاملات میں کسی کے محتاج تھے۔ بلکہ ان کے پاس تو خداوند قدوس کی عظیم امانت قرآن حکیم اور اسلامی شریعت کی روشنی تھی گویا ان کا ہر ہر قدم روشنی میں پڑتا تھا اور منزلِ مقصود ان کو صاف دکھائی دیتی تھی۔ حضورؐ نے اپنے جانباز جاں نثار صحابہؓ کی مکمل تربیت فرمائی ان کو زاہدانہ زندگی گذارنے کا عادی بنایا — پاک دامنی، امانت داری، ایثار و قربانی اور خوفِ الٰہی کا ان کو خوگر بنایا۔ دولت و حکومت اور بڑے بڑے عہدے حاصل کرنے کی خواہش و لالچ سے ان کے قلوب کو، پاک و صاف کر دیا۔ کسی موقع پر بعض اکابر صحابہؓ نے عہدۂ گورنری پر فائز ہونے کی درخواست کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست مسترد کردی۔

چنانچہ اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ "خدا کی قسم ہم کوئی عہدہ کسی ایسے آدمی کے سپرد نہیں کریں گے جس نے اس کی فرمائش کی۔ یا جس کو اس کی خواہش ولالچ ہے۔ ذاتی سربلندی اور دنیاوی اعزاز کا شوق اور فتنہ و فساد کی خواہش سے وہ کوسوں دور ہوگئے تھے اور ایسا ہونا بھی لازمی امر تھا کیونکہ شب و روز ان کے کانوں میں فرقانِ عظیم کے باعظمت الفاظ گونجتے رہتے تھے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

(سورۃ القصص)

ترجمہ: "آخرت کا گھر ان لوگوں کو عطا کریں گے جو دنیا میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے ہیں اور فتنہ و فساد کے طلب گار نہیں اور انجام بخیر پرہیز گاروں ہی کا ہے۔"

انسے ہی قرآنی آیات کی معجزانہ تاثیر تھی کہ دولت وحکومت کے عہدوں اور منصبوں پر دیوانہ وپاگل کی طرح گرتے نہیں تھے۔ اور ان کے حصول میں تن من دھن کی بازی نہیں لگاتے تھے۔ جیسا کہ موجودہ زمانہ میں ہمارے تمام مسلم قائدوں اور رہنماؤں کی فطرتِ ثانیہ بن چکی ہے کہ اگر ان عہدوں کے حاصل کرنے میں عزّت فروشی کی بھی نوبت آجائے تو اسں میں ذرہ برابر بھی دریغ نہیں ہوگا۔

لیکن ہمارے ہی پیشوا اور اسلاف کا ایک وہ عہد زرّیں تھا کہ وہ اس کے قبول کرنے سے کوسوں دور بھاگتے تھے اور ان کی ذمّہ داریوں سے ہمیشہ لرزہ بر اندام رہتے تھے اور ان کا ہر فرد اپنے کو اس بارگراں کا سزاوار تصوّر نہیں کرتا تھا چہ جائیکہ وہ اپنا نام حکومت کے لیے پیش کریں اور اپنے ذاتی مفاد کے لیے پروپیگنڈہ کریں اور جب کبھی کسی ذمہ داری کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے تو اس کو مال غنیمت نہ سمجھتے بلکہ اس کو اپنے ذمہ ایک امانت اور خدا کی جانب سے ایک آزمائش سمجھتے اور یہ یقین رکھتے کہ آخر ایک دن خدا کی عدالت میں حاضر ہونا ہے اور ذرّہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔ وہ عرب کی سرزمین سے اس لیے نہیں نکلے تھے کہ وہ دنیا میں عربی حکومت کی بنیاد ڈالیں۔ بلکہ وہ تو صرف اس لیے نکلے تھے کہ وہ خدا کے بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر ایک اللہ کی عبادت و بندگی میں داخل کر دیں۔ دنیا کی تمام قومیں ان کی نظر میں ایک مقام اور ایک حیثیت رکھتی تھی۔ اگر کوئی فرق و امتیاز بھی تھا تو صرف دین و تقویٰ کا فرق تھا۔ ان صحابہ کرامؓ کا پورا عمل حضورؐ کے اس مبارک ارشاد پر تھا۔

الناس کلھم من آدم وآدم من تراب لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علیٰ عربی الا بالتقوی

ترجمہ: انسانوں کی ابتداء آدم سے ہے اور آدم کی خلقت مٹی سے ہے۔ نہ کسی عرب کو کسی غیر عرب پر فضیلت ہے نہ کسی غیر عرب کو عرب پر۔ سوائے تقویٰ اور پرہیز گاری کے۔"

اس مضمون کو قرآن حکیم نے اس طرح واضح کیا ہے۔ یَآ اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ (الآیہ)

ترجمہ" اے انسانو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے بنایا اور تمہاری ذاتیں اور قبیلے رکھے تاکہ آپس کی پہچان ہو اللہ کے یہاں اسی کی عزت زیادہ ہے جو خدا ترسی اور تقویٰ میں بڑھا ہوا ہے۔"

ان صحابہ کرامؓ کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ دین و اخلاق طاقت و سیاست کے مکمل پیکر تھے جس کی مثال تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ اسی اخلاقی تربیت کا نتیجہ تھا، کہ مدائن کی فتح میں کسریٰ کا شاہی تاج اور اس کا فرش بہار، جس کی قیمت کئی لاکھ اشرفی تھی۔ اتفاق سے یہ قیمتی سامان ایک فوجی کے ہاتھ لگتا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو سامان کو فروخت کر دیتا یا چھپا دیتا اور باقی زندگی عیش وعشرت سے گذارتا لیکن ان کی تربیت اس قدر ٹھوس تھی۔ کہ کیا مجال اس میں ذرا بھی تصرف کیا جائے وہ قیمتی شاہی اثاثہ کمانڈر کے حوالے کر دیتا ہے اور کمانڈر دارالخلافہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ یہ قیمتی شاہی اثاثہ دیکھکر تعجب کرتے ہیں اور یہ کلمات زبان سے ادا کرتے ہیں۔ کہ "جن لوگوں نے اس کو حوالہ کر دیا اور حفاظت کے ساتھ پہنچا دیا۔ ان کی امانت واقعی قابل تعریف ہے۔

اہل دنیا کے لیے ان سے بڑھ کر بہتر نگران و محافظ، امانت دار، صدق و صفا کا مجسم پیکر اور انسانوں کا ان سے بڑھ کر خیرخواہ اور کون ہو سکتا تھا۔ ان کا اعتقاد تھا کہ یہ زندگی خداوند قدوس کی ایک نعمت ہے ان حکمرانوں نے دین وعلم، تہذیب و تمدن کی بخشش میں کبھی بخل و تنگ دلی سے کام نہیں لیا وہ ایک ابر کرم تھے جو پوری دنیا پر حاوی تھے۔ ان کا فیض۔ ان کی دعوت سب کے لیے عام تھی۔ دنیا کے تمام انسانوں نے اور زمین کے ہر خطہ نے ان کو دعائیں دیں۔

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہوگئی ساری کھیتی خدا کی

ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری۔ کراچی

مولوی نعمت اللہ قادری مرحوم

ہاں اے فلک پیر! جواں تھا ابھی عارف
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

غالبؔ نے اپنے متبنیٰ زین الدین خاں عارفؔ کی جواں مرگی کا مرثیہ لکھا تھا اور حالیؔ نے حکیم محمود خاں کے انتقال پر قدیم تہذیب، علم کی گمشدگی اور قوم کے اقبال کا ماتم کیا تھا، میں اگر شاعر ہوتا تو نعمت اللہ قادری مرحوم کی جواں مرگی کا مرثیہ ضرور لکھتا کہ وہ اپنی وضع وسیرت میں گردوپیش کی دنیا سے کچھ مختلف انسان تھا اللہ تعالیٰ نے اسے بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا وہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا اور نہ صرف یہ کہ وہ صوم و صلوٰۃ کا پابند تھا اس نے اپنی سیرت کا اپنی بیوی اور بچوں پر بھی اثر ڈالا تھا کہ پابندی صوم وصلوٰۃ کی اسے تاکید وتنبیہہ کی ضرورت پیش نہ آتی تھی زندگی کی ایک وضع بن گئی تھی اور گھر کے تمام ہی چھوٹوں بڑوں نے اسے برضا و رغبت اختیار کر لیا تھا۔ گویا کہ دین داری بچوں تک کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ دین کی تبلیغ کے لیے نہ صرف قلباً وہ ایک مضطرب روح کی مانند تھا بلکہ کتب و رسائل کی اشاعت میں سرگرمی سے قیام مدرسہ اور تعلیم دین کے فروغ کی کوششوں سے اور عملاً وقت و مال کے ایثار سے اس نے ایک مثال قائم کر دی تھی اگر اس کی زندگی پر کبھی تفصیل سے لکھا جائے تو یہ پہلو اس کی خدمات دینی اور خصائص سیرت کا جلی عنوان قرار پائے گا۔

پختہ مذہبی ذوق وعمل کے ساتھ خالص علمی ذوق بہت کم یکجا نظر آئیں گے لیکن نعمت اللہ قادری مرحوم اس معاملے میں ایک مستثنیٰ شخصیّت تھے علم و مطالعہ کا مختلف ذوق رکھنے والوں سے جتنی واقفیت مرحوم کو تھی اس کی کوئی دوسری مثال حافظے میں موجود نہیں۔ بالفرض اگر کوئی مثال تلاش بھی کر لی جائے تو ان سب کے ذوق کے مطابق انہیں کتابیں مہیا کرنے میں ان جیسا ساعی کوئی دوسرا نہ مل سکے گا وہ جب کوئی کتاب یا رسالے کو پاتے تو ان کے ذہن میں کسی صاحب ذوق اور شائق مطالعہ کا تصور ضرور ابھرتا تھا اور ان کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ کتاب یا رسالہ اس کے شائق تک ضرور پہنچ جائے ان کی نظر میں علم کی یہی خدمت ان کی کوششوں کا سب سے بڑا صلہ قرار پاتی۔ وہ شاید ہی کتاب پر نقد منافع کما کے اتنا خوش نہ ہوتے ہونگے جتنی خوشی انہیں کسی کتاب کو اس کے شائق تک پہنچا کر ہوتی تھی۔

وہ تصنیف وتالیف اور تحقیق کے لیے بھی اصحاب استعداد کو اکساتے اور شوق دلاتے تھے چنانچہ میرے علم میں ہے کہ کئی اصحاب سے انہوں نے کئی کتابیں لکھوائی اور پھر ان کی اشاعت کا سروسامان بھی کیا اور کبھی ان کے وسائل کسی نئی کتاب کی اشاعت کے متحمل نہ ہو سکے تو انہوں نے اس کے لیے ناشر بھی تلاش کیا شائقین مطالعہ تک ان کے ذوق کی قدیم و جدید کتابیں پہنچانا اور اصحاب استعداد کو تالیف پر آمادہ کرنا اور مصنفین کے لیے ناشر اور ناشرین کے لیے مصنف تلاش کرنا ایک طرح سے ان کا شوق تھا۔

ایک پیشہ ور کو اکثر اپنے پیشے کے لوگوں سے اکثر رقابت اور بعض اوقات تو حسد پیدا ہو جاتا ہے لیکن مرحوم نعمت اللہ اس خوبی کے انسان نہ تھے۔ ایک پیشے کے لوگوں کی عام طور پر یہ خواہش ہوتی ہے کہ کوئی دوسرا اس میدان میں نہ آئے اور کسی ایسے امکان کو روکنے

کے لیے کساد بازاری اور مندے اور نقصان کا رونا روتے ہیں۔ لیکن نعمت اللہ قادری نے عجیب طبیعت پائی تھی وہ لوگوں کو کتابوں کے کاروبار میں آنے کی ترغیب دیتے تھے۔ اور اکثر کہا کرتے تھے کہ حلال کی کمائی اور صاف ستھرے کاروبار کے ساتھ، علم و مذہب کی اشاعت و تبلیغ اور قوم و ملت کی خدمت بھی ہو جاتی ہے اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے۔

ایک حدیث کی رُو سے سفر میں رفاقت، پڑوسی کا رہن سہن اور آپس میں لین دین اور کاروباری معاملت کسی کے اخلاق و سیرت کو پرکھنے کی سب سے بڑی کسوٹی ہیں۔ ان کی زندگی کے یہ مختلف پہلو میرے تجربے یا مشاہدے کی چیز ہیں میں نے انہیں ہر لحاظ سے ایک سچا مسلمان اور مکمل انسان پایا۔ ان کی نظر ہمیشہ اپنے مطالبات سے زیادہ دوسرے کے حقوق کی ادائیگی پر رہتی تھی۔

عقیدہ و عمل، قول و فعل اور ظاہر و باطن کے تضاد میں بعض وہ حضرات بھی مبتلا نظر آتے ہیں جن کا شمار بڑے لوگوں میں ہوتا ہے۔ لیکن مرحوم کی زندگی میں اس قسم کی کوئی تقسیم نہ تھی جو ان کا عقیدہ تھا وہی ان کا عمل بھی تھا اگر وہ کسی عقیدے میں پختہ تھے تو اس پر عمل میں بھی وہ استوار تھے ان کے قول و فعل میں کوئی تضاد نہ تھا ان کی زندگی پرائیوٹ اور پبلک کے کھاتوں میں بٹی ہوئی نہ تھی ان کا ظاہر و باطن یکساں تھا جو کچھ وہ گھر میں تھے وہی زندگی ان کی گھر سے باہر تھی۔

ان کی دین داری صرف صوم و صلوٰۃ کی پابندی تک نہ تھی بلکہ وہ ادخلوا فِی السِّلۡمِ کَآفَّۃً کی عملی تصویر تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین کی راہ کو اختیار کیا تھا تو اپنی پوری زندگی اور اپنے خاندان کے ساتھ اس پر گامزن تھے۔ دینداری کے اس کامل جذبے کے تحت انہوں نے اپنے چار بیٹوں کو حافظ قرآن بنایا تھا۔ اور پھر انھیں دینی علوم کی تحصیل کے لیے فارغ کر دیا تھا اور اپنے پانچویں بیٹے کے لیے بھی دین کی یہی راہ پسند کی تھی۔ گزشتہ سال جب ان کے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا تو ان کے چار بیٹے فقیر والی ضلع بہاولنگر کے ایک دینی مدرسہ میں اور چھوٹا بچہ کراچی کے ایک دینی مدرسہ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا ان کا قطعی ارادہ تھا کہ وہ دینی علوم کی کامل فراغت اور پختہ تربیت کے بعد انھیں ضروری دنیاوی علوم کے حصول کی راہ پر لگائیں گے۔

نعمت اللہ قادری مرحوم بات کے کھرے اور وعدہ کے پکے تھے۔ سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ریا ان میں نام کو نہ تھی نمود و نمائش سے انہیں نفور تھا۔ غریبوں اور طالب علموں سے لے کر امیروں، صنعت کاروں، تاجروں وزیروں تک جنہیں کتابوں کا شوق اور مطالعے کا ذوق ہے ان کی رسائی تھی وہ ہر کسی سے یکساں انداز اور وضع سے ملتے اور نہ صرف ان سے بے دھڑک باتیں کرتے تھے بعض اوقات تو وہ ان سے بحث کرتے تھے اور اپنے خیال اور اپنے عقیدے کے مطابق ان کے غلط خیال اور اس پر انہیں ٹوک دیتے تھے۔ اس معاملے میں وہ فقیہہ مصلحت اندیش کے طریقے سے بہت دور تھے۔

مرحوم کی یہی باتیں ہیں جو اکثر ان کی یاد دلاتی ہیں اور خون کے آنسو رلاتے ہیں جوں جوں ۲۸؍ مارچ کا دن قریب آ رہا ہے اس حادثے کے تصوّر سے دل کانپ جاتا ہے جو لیاقت آباد میں ایک سال قبل پیش آیا تھا اور جس کے نتیجے میں ۱؍ اپریل ۱۹۸۱ء کو مرحوم نے اپنی جان جان آفریں کے حضور پیش کر دی تھی۔

جس روز بس کی ٹکر کا حادثہ پیش آیا میں لاہور میں تھا واپس کراچی پہنچا تو پہلے ان کے انتقال کی اطلاع ملی اور بعد میں حادثے کی تفصیل کا علم ہُوا یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا مگر یقین کرنا پڑا مشفق خواجہ صاحب ہسپتال میں ان کی عیادت کو بھی پہنچ گئے تھے۔ اگرچہ جگر بری طرح مجروح ہو گیا تھا، تکلیف میں مبتلا تھے لیکن لبوں پر تبسّم اور زبان پر اللہ کا نام تھا۔ علامہ اقبال کے شعر کی مجسم تصویر تھے۔

— نشانِ مردِ مومن با تو گویم —

بناتِ اسلام

حضرت عائشہ بنتِ عثمان رحمۃ اللہ علیہا

محمد اسحٰق بھٹی

حضرت عائشہ رحمۃ اللہ علیہا خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت عثمانؓ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے وہ صحابی تھے جنہوں نے ہر موقع پر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی۔ مختلف جنگوں میں دل کھول کر چندہ دیا اور مجاہدین کی امداد کی۔ انہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ مقرر کیا گیا تھا۔ انہوں نے بارہ سال خلافت کے فرائض انجام دئیے۔ خلافت کے ابتدائی چھ سال بڑے آرام و سکون سے گزرے لیکن آخری چھ سالوں میں ہنگامہ آرائی شروع ہو گئی۔ جو بالآخر ان کی شہادت پر منتج ہوئی۔ بلوائیوں نے ان کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور امداد و اعانت کے تمام راستے بند کر دئیے۔ صحابہؓ نے امداد کرنا اور بلوائیوں کا مقابلہ کرنا چاہا مگر حضرت عثمانؓ نے روک دیا اور فرمایا میں اپنی ذاتی حفاظت کے لئے مسلمانوں کی جانیں تلف نہیں کرنا چاہتا۔ مسلمانوں کا فرض اسلام کی حفاظت ہے۔ کسی خلیفہ یا امیر کا ذاتی تحفّظ و دفاع ہرگز ان کے فرائض میں شامل نہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو بھیجا کہ ان کی امداد کی جائے مگر حضرت عثمانؓ نے شکریہ کے ساتھ دونوں بھائیوں کو واپس کر دیا اور فرمایا اللہ ہی میرا حافظ و ناصر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ بلوائی پورے مدینہ پر قابض ہو گئے اور حضرت عثمانؓ کے مکان کے اندر داخل ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے کہ انہیں شہید کر دیا گیا۔ اور ظلم و ستم کی حد ہو گئی کہ رسول پاکؐ کے اس داماد اور مسلمانوں کے خلیفہ راشد کو قبرستان میں دفن کرنے سے بھی روک دیا گیا۔ ان کا جنازہ چند صحابہ نے رات کی تاریکی میں اٹھایا اور بڑی مشکل سے تدفین کے مراحل طے کیے۔

یہ حضرت عائشہ رحمۃ اللہ علیہا ان ہی کی لڑکی تھیں۔ ان کے بارے میں ابن قتیبہ کی الامامۃ والسیاسۃ، جاحظ کی البیان والتبین، ابن عبدربہ کی العقد الفرید اور طیفور کی بلاغات النساء میں بعض باتیں بیان کی گئی ہیں مگر تفصیلی حالات کہیں سے نہیں مل سکے۔ صرف ان کی ایک تقریر ملتی ہے جو انہوں نے اپنے جلیل القدر باپ کی شہادت کے موقعہ پر بلوائیوں اور دیگر مسلمانوں کے سامنے کی۔ اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑی قادر الکلام اور صاف گو خاتون تھیں۔ اور ان کی زبان فصاحت و بلاغت کے سانچے میں ڈھلی ہوتی تھی۔

تقریر

فرماتی ہیں:—

"اے ماتم گسارانِ عثمان! اور اے قاتلینِ خلیفہ راشد! آج ہم پر غم و افسوس کی گھٹائیں چھا گئی ہیں، حزن و ملال نے ہمیں گھیر رکھا ہے اور غم و اندوہ کی کیفیتیں ہم پر طاری ہیں۔ عثمانؓ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اِنّا لِلّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔ بیدردی سے ان کا خون بہایا گیا اور

حرم رسولؐ میں ان پر عین اس وقت تلوار چلائی گئی جبکہ وہ کلام پاک کی تلاوت میں مصروف تھے۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے سے بھی روک دیا گیا وہ اس درجہ مسلمانوں کے جان و مال کے تحفظ کے خواہاں تھے کہ انہوں نے اپنی حفاظت و مدافعت کے لئے کوئی کوشش نہیں کی۔ وہ چاہتے تو اللہ عزّ وجل کے حضور بلوائیوں کی تباہی کے لئے دعا کرتے۔ مسلمانوں کی اعانت و نصرت کے طالب ہوتے اور مہاجرین کو اپنی صداقت شعاری کے لئے بطور شاہد پیش کرتے اور ان کی تلواروں کو اپنے لئے استعمال میں لاتے مگر انہوں نے اس قسم کا کوئی قدم نہیں اٹھایا اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا۔

اے درندہ صفت انسانو!

تم نے ان کے خون کو ارزاں کیا۔ اور اس وحشت ناک درندگی کا مظاہرہ کیا کہ زمین و آسمان کانپ اٹھے۔ جن لوگوں نے اس منظر کو دیکھا یا تمہاری ان ستم رانیوں کے بارے میں کچھ سنا وہ انگشت بدنداں رہ گئے اور ان کے کلیجے منہ کو آنے لگے۔

تم نے عثمانؓ کے اہل خانہ کے سامنے ان کو قتل کیا۔ تم نے ان کی داڑھی نوچی، ان کو گالیاں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے اس خلیفہ کے ساتھ تم نے وہ سلوک روا رکھا جو کسی بڑے سے بڑے دشمن کے ساتھ نہیں روا رکھا جا سکتا۔

تم نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا، اس کی فرمانبرداری کے تمام تقاضوں کو خیرباد کہا اس کے رسولؐ کے دائرہ اطاعت سے باہر قدم رکھا اور انسانیت کے حقوق کو پامال کیا۔ تم کس منہ سے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہو؟ تمہیں رسولؐ کی محبت کا دم بھرتے ہوئے شرم نہیں آتی اور اپنے جذبہ اطاعت کو اللہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے تمہاری گردنیں ندامت سے جھک نہیں جاتیں؟ تم ظلم کے مجسمے اور ستم کے پیکر ہو۔ تمہاری ہر حرکت حدودِ اسلام سے باہر اور ہر قدم ایمان کے تقاضوں کے منافی ہے۔

میرے باپ نے مسلمانوں کی سب سے زیادہ خدمت کی، اللہ کے رسولؐ کی اطاعت میں پیش پیش رہے۔ انہوں نے اپنی تمام مساعی خدمتِ اسلام کے لئے وقف کر دیں۔ جب مسلمانوں کی ضروریات نے ان کے دروازے پر دستک دی وہ حاضر ہو گئے اور گھر کا سارا اثاثہ ان کی خدمت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امّی کے حضور پیش کر دیا۔ کیا تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ان خوبیوں سے بہرہ مندی اور ان اوصافِ حسنہ سے متّصف ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے؟

وہ اس دنیا میں اللہ کی اطاعت کا نشان تھے انہیں دیکھ کر سخت سے سخت دل بھی نرمی و لینت کے قالب میں ڈھل جاتے تھے وہ سختی سے نفور اور رفاقت سے قریب تر تھے۔ انہوں نے کبھی کسی کو ہدفِ ستم نہیں ٹھہرایا۔ کبھی کسی ستمران کی اعانت نہیں کی، کبھی کسی کو تنگ نہیں کیا، کبھی کسی کے درپے آزار نہیں ہوتے، کبھی اللہ کی نافرمانی کے مرتکب نہیں ہوتے۔ کبھی کسی کو سب و شتم نہیں کیا، کبھی کسی کو قتل نہیں کیا۔ جب ان کی کیفیت یہ تھی تو تم نے کیوں ان پر ظلم و ستم کی ٹھانی؟ اور کیوں انہیں موت کا لقمہ بنایا؟ تمہارا یہ اتنا بڑا گناہ ہے جس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔

پھر تعجب و حیرت کی بات یہ ہے کہ اس ہولناک اقدام کی وجہ سے تمہارے چہروں پر ندامت کے آثار بھی نظر نہیں آتے۔ جس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ تم اس پر خوش ہو اور خلیفہ راشد کو نشانۂ ستم بنا کر بزعمِ خویش تم نے کوئی بہت اچھا کام کیا ہے۔

حضرت عثمانؓ بے گناہ تھے وہ یقیناً حقدارِ مغفرت ہیں اور اللہ نے اپنے رسولؐ پاک کی زبانی دنیا ہی میں انہیں جنّت کی خوشخبری سنا دی تھی اور وہ عشرہ بشرہ میں سے تھے۔ لیکن تم بتاؤ تم نے اتنے بڑے انسان کو اس بے دردی کے ساتھ موت کی وادی میں دھکیل کر کیا خدمتِ اسلام انجام دی؟ کیا تم نے ہمیشہ کے لئے ملامت کو اپنے لئے ضروری قرار نہیں دے لیا اور اپنے دامن کو معصیت سے آلودہ نہیں کر لیا؟"

کتابوں میں مرقوم ہے کہ اس تقریر سے دشمن دوست زار و قطار رونے لگے اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

۴۱ھ میں حضرت امیر معاویہؓ مدینہ منورہ تشریف لائے اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مکان میں داخل ہوئے تو حضرت عائشہ بنتِ عثمان رحمۃ اللہ علیہا ان کے پاس آ کر رونے لگیں اور اپنے باپ کی موت کا دردناک الفاظ میں تذکرہ کیا۔ امیر معاویہؓ نے جواب دیا:

"لوگوں نے ہماری اطاعت قبول کر لی ہے جس کے بدلے میں ہم نے ان کو امان و تحفّظ کی ضمانت دے دی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اب ہم نرمی و رأفت کا ثبوت دیں اور عملاً یا قولاً ظلم و زیادتی سے بالکل باز رہیں۔ تلوار ہر شخص کے ہاتھ میں ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس کی تلوار کا نشانہ کون بنتا ہے۔ انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ ظالم اور مظلوم کے فرق کو ملحوظ رکھا جائے۔

بھتیجی! تم صبر سے کام لو اور کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالو جو کسی موقع پر بھی کسی کے لئے نقصان کا باعث بن سکتی ہو۔"

بقیہ : المنبہات

فرمایں اور مہینوں میں سے بہتر وہ ہے جس میں تو اللہ تعالیٰ کے حضور مخلصانہ توبہ کرے۔ اور دنوں میں سے بہتر وہ ہے جس دن تو دنیا سے نکل کر اللہ تعالےٰ کے پاس ایمان کی حالت میں چلا جائے۔

بقیہ : مجلسِ ذکر

کئی فتنے کھڑے ہو گئے۔ ایک گروہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کرنے کا حکم دے دیا حضرت عمرؓ اس موقع پر کہنے لگے کہ وہ کلمہ گو ہیں، نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں۔ حضورؐ کا فرمان ہے کہ جو اللہ پر ایمان لے آئے اس سے جہاد نہیں۔ آپؓ ان سے جہاد کیسے کہتے ہیں؟ جب کہ وہ مسلمان ہیں، کلمہ گو ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ اگر وہ زکوٰۃ میں اُس ایک رسی سے بھی انکار کریں جو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے زمانہ میں دیا کرتے تھے میں پھر بھی اُن سے جہاد کروں گا۔ اے عمرؓ! اسلام لانے سے پہلے تو تم بہت بہادر تھے، دل والے تھے۔ اب اسلام کے بعد کتنے بزدل ہو گئے ہو؟

یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بہادری اور استقامت تھی۔ اگر آپ زکوٰۃ سے انکار کرنے والوں سے اعلانِ جہاد نہ کرتے تو اسلام کے دوسرے ستونوں کے گرنے کا خدشہ پیدا ہو جاتا۔

اللہ تعالےٰ ہمیں صحابہ کرامؓ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

المنبّہات
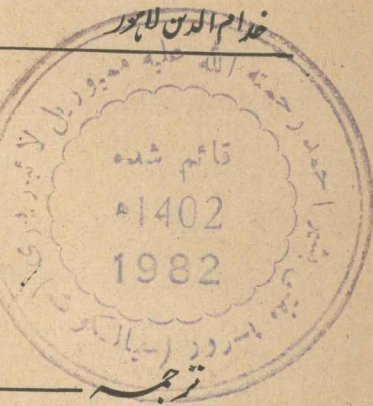
ترجمہ ——— زاہد الراشدی

حضرت حامد لفاف رحمہ اللہ تعالےٰ کے پاس ایک شخص آیا۔ اور کہا کہ مجھے نصیحت کریں ——— فرمایا اپنے دین کے لئے ایسا غلاف بنالے جیسا کہ قرآن پاک پر غلاف ہوتا ہے۔ پوچھا گیا کہ دین کا غلاف کیا ہے؟ فرمایا انتہائی ضرورت کے سوا کلام ترک کرنا (۲) انتہائی ضرورت کے سوا دنیا ترک کر دینا (۳) انتہائی ضرورت کے سوا لوگوں کے ساتھ میل جول ترک کرنا۔

پھر جان لو کہ اصل زہد حرام کے چھوٹے اور بڑے کاموں سے بچنا ہے۔ اور آسان اور مشکل سب فرائض کا ادا کرنا ہے اور تھوڑی اور زیادہ دُنیا کو دُنیا والوں پر ترک کر دینا ہے۔

حضرت لقمان حکیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا۔ اے میرے پیارے بیٹے! انسان کے تین حصے ہیں۔ ایک حصہ خدا کا ہے ایک اس کا اپنا ہے اور تیسرا حصہ کیڑوں مکوڑوں کا ہے۔ جو حصہ اللہ تعالےٰ کے لئے ہے وہ اس کی روح ہے اور جو اس کے اپنے لئے ہے وہ اس کا عمل ہے اور جو کیڑوں کے لئے ہے وہ اس کا جسم ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں تین چیزیں حافظہ کو تیز کرتی ہیں اور بلغم کو دور کرتی ہیں (۱) مسواک (۲) روزہ، اور (۳) تلاوت قرآن پاک۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ مؤمنوں کے شیطان سے بچنے کے لئے تین قلعے ہیں (۱) مسجد قلعہ ہے۔ (۲) اللہ تعالےٰ کا ذکر قلعہ ہے اور (۳) قرآن پاک کی تلاوت قلعہ ہے۔

بعض داناؤں سے منقول ہے کہ تین چیزیں اللہ تعالےٰ کے خزانہ میں سے ہیں۔ اللہ تعالےٰ صرف ان لوگوں کو عطا فرماتے ہیں جن کو دوست رکھتے ہیں (۱) فقر (۲) مرض اور (۳) صبر۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ دنوں میں سے بہتر دن کون سا ہے؟ مہینوں میں سے بہتر کون سا ہے؟ اور اعمال میں سے بہتر کون سا ہے؟

فرمایا دنوں میں سے بہتر جمعہ کا دن ہے۔ مہینوں میں سے بہتر رمضان ہے اور اعمال میں سے بہتر پانچ وقت کی نماز اپنے وقت پر ادا کرنا ہے۔ پس اس بات کو تین دن گذر گئے۔ جب حضرت علیؓ تک بات پہنچی، کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا گیا اور انہوں نے اس طرح جواب دیا ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا اگر مشرق سے مغرب تک علماء و فقہاء اور علماء سے یہ سوال کیا جاتا تو وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسا جواب نہ دے پاتے۔ البتہ میں یہ کہتا ہوں کہ اعمال میں سے بہتر وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ تجھ سے قبول

(باقی ۲۵ پر)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

والد ماجد: حضرت عبداللہ — والدہ محترمہ: حضرت آمنہ

اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اُمّہات المؤمنینؓ

(۱) سیدہ خدیجہؓ بنت خویلد
(۲) سیدہ عائشہؓ بنت حضرت ابوبکرؓ
(۳) سیدہ سودہؓ بنت زمعہ
(۴) سیدہ حفصہؓ بنت حضرت عمر فاروق اعظمؓ
(۵) سیدہ زینبؓ بنت خزیمہ
(۶) سیدہ اُم سلمہؓ بنت ابی امیہ سہیل
(۷) سیدہ زینبؓ بنت جحش
(۸) سیدہ جویریہؓ بنت حارث
(۹) سیدہ اُم حبیبہؓ بنت حضرت ابوسفیانؓ
(۱۰) سیدہ میمونہؓ بنت حارث
(۱۱) سیدہ صفیہؓ بنت حیی بن اخطب
(۱۲) سیدہ ماریہؓ قبطیہ (۱۳) سیدہ ریحانہؓ بنت زید بن سمعون

آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نواسیاں:

(۱) سیدہ امامہؓ بنت حضرت ابوالعاصؓ اموی (زوجہ حضرت علیؓ ہاشمی)
(۲) سیدہ ام کلثومؓ بنت حضرت علیؓ ہاشمی (زوجہ حضرت عمر فاروق اعظمؓ)
(۳) سیدہ زینبؓ بنت حضرت علیؓ ہاشمی (زوجہ عبداللہ بن جعفر)
(۴) سیدہ رقیہؓ بنت حضرت علیؓ ہاشمی (بچپن میں وفات پائی)

نواسے:

(۱) حضرت علیؓ بن حضرت ابوالعاصؓ اموی
(۲) حضرت عبداللہؓ بن حضرت عثمان غنی ذوالنورینؓ اموی
(۳) حضرت حسنؓ بن حضرت علیؓ ہاشمی
(۴) حضرت حسینؓ بن حضرت علیؓ ہاشمی

اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بیٹے

(۱) قاسم (۲) عبداللہ (۳) طاہر (طیب) (۴) ابراہیم

(تمام حضرات نے بچپن میں ہی وفات پائی)

بیٹیاں:

(۱) سیدہ زینبؓ زوجہ حضرت ابوالعاصؓ اموی
(۲) سیدہ رقیہؓ زوجہ حضرت عثمان غنی ذوالنورینؓ اموی
(۳) سیدہ فاطمہؓ زوجہ حضرت علی مرتضیٰؓ ہاشمی
(۴) سیدہ ام کلثومؓ زوجہ حضرت عثمان غنی ذوالنورینؓ اموی

صحابہ کرام: جو خلیفہ ہوئے

(۱) حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ مدتِ خلافت ۲ سال ۳ ماہ ۱۰ دن
(۲) حضرت عمر فاروق اعظمؓ " ۱۰ سال ۶ ماہ ۱۰ دن
(۳) حضرت عثمان غنی ذوالنورینؓ " ۱۱ سال ۱۱ ماہ ۱۲ دن
(۴) حضرت علی مرتضیٰؓ " ۴ سال ۹ ماہ
(۵) حضرت حسنؓ " ۶ ماہ
(۶) حضرت امیر معاویہؓ " ۱۹ سال ۳ ماہ

سرپرستِ سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱) حضرت عبدالمطلب (آنحضورؐ کے دادا) ۸ سال کی عمر تک پرورش کی۔
(۲) حضرت زبیر (آنحضرتؐ کے سب سے بڑے چچا) ۲۰ سال کی عمر تک پرورش کی (ان کی سرپرستی میں جنگِ فجار میں بعمر ۱۴ سال شرکت کی)

(انساب الاشراف بلاذری ج اول ص ۸۵ مطبوعہ دار المعارف مصر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا۔ اعلانِ نبوت کے بعد

مسلم:

(۱) اسد اللہ شیر خدا سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ
(۲) حضرت عباس رضی اللہ عنہ

غیر مسلم:

(۱) عبد مناف (ابوطالب)
(۲) عبد العزیٰ (ابولہب)

ٹیلی فون نمبر ۶۴۹۸۴ | ہفت روزہ خدام الدین لاہور | رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴

منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱- لاہور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری ۱۶۳۲۱۹ مورخہ ۲ مئی ۱۹۵۶ء ۲- پشاور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری T-B-C-۲۳۷/۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چھٹی نمبری ۳۹/۹/۶۷-۲۰۷۶ D-D-A9-۲۴ اگست ۱۹۶۸ء (دہلی) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبری ۲۰۱/۹/۴۰/۱۵۳۱۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۷ء

حسب روایت ولی اللٰہی طریق پر

دورۂ تفسیر قرآن

اساتذہ کرام

- شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی
- مناظرِ اسلام حضرت مولانا علامہ عبدالستار صاحب تونسوی
- پروفیسر علامہ نورالحسن خاں صاحب
- حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؔ صاحب
- حضرت مولانا حمید الرحمٰن صاحب صدر مدرس مدرسہ قاسم العلوم

انٹرویوز! ۲۱ اور ۲۲ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ کو صبح دس بجے مدرسہ قاسم العلوم کی شاہ ولی اللہ لائبریری میں علامہ نورالحسن خاں اور مولانا محمد اجمل قادری لیں گے۔

ناظم انجمن خدام الدین لاہور ● فون: ۶۴۹۸۴